DEMAGHI دماغی
دماغ اور اعصاب کیلئے مفید ٹانک
500 گرام
98-X

قرشی دماغی، اعصابی تناؤ اور ذہنی تھکان دور کر کے
سوچنے کی صلاحیت بنائے بہتر!

سب یاد رہے...

www.qarshi.com www.qarshihealthshop.com QarshiNaturalHealth

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈ من کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی و غیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈ من سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈ من سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

اکتوبر 2022ء

میرا نام .... ہے

اور یہ میرا پیارا ’’پھول‘‘ ہے

اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ

- نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
- آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
- امی ابو نے جو کام کہے تھے وہ کر لیے ہوں

بانی: مجید نظامی مرحوم

چیف ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی

ایڈیٹر: محمد شعیب مرزا

پھول کی ادا سب سے جدا

سرورق: یا اللہ! ہمیں پکا مسلمان اور سچا عاشق رسول ﷺ بنا دے۔ محمد ابوبکر، محمد انس عباد۔ لاہور

پھول نے رسائل کی دنیا میں نئی روایت کا آغاز کیا ہے۔ ہر ماہ ’’پھول‘‘ کا انتساب مختلف اہم شخصیات کے نام کیا جاتا ہے۔ تاکہ اپنے قومی محسنوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا جا سکے۔

سب ایڈیٹر: تہذین طاہر

ڈیزائنر: سعدیہ امبرین یونس

آرٹ ایڈیٹر: شعیب قادر

پھول رنگ

پاکستان میں بذریعہ رجسٹری
سالانہ خریداری/1900 روپے
ششماہی/950 روپے

یورپ، امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا، نیوزی لینڈ
سالانہ/15300 روپے

برائے معلومات سالانہ خریداری
سرکولیشن نوائے وقت گروپ 042-36367573

قیمت صرف: 45/روپے

مڈل ایسٹ، ایشیا، افریقہ
سالانہ/12300 روپے

email: n.w.circulation@gmail.com

23۔ کوئنز روڈ، لاہور۔ پاکستان۔ فون نمبر 042-3637580-36367552-36302050

shoaibmirza.phool@gmail.com (EXT: 2119)

http//www.phool.com.pk

چیف ایڈیٹر/پرنٹر/پبلشر رمیزہ مجید نظامی نے نوائے وقت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا۔

کرنیں

محمد صالح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے سواری فراہم کریں''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہم تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے''۔

اس نے کہا: ''میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے''۔

حضرت صہیب رومیؓ کہتے ہیں، میں ایک مرتبہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روٹی اور کھجوریں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قریب ہو جاؤ اور کھاؤ''۔

چنانچہ میں کھجوریں کھانے لگا۔ مجھے آشوب چشم تھا اور میری ایک آنکھ سرخ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

''کھجوریں کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ خراب ہے''۔

میں نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس آنکھ کی طرف سے نہیں کھا رہا ہوں جس میں مرض لاحق ہے بلکہ دوسری جانب سے کھا رہا ہوں''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بات سن کر مسکرانے لگے۔

☆......☆......☆

حمدِ باری تعالیٰ

تیری حمد انسان کیسے کرے
سمندر کو کوزے میں کیسے بھرے
تصور سے بالا تیری ذات ہے
وری سوچ سے تیری ہر بات ہے
زمیں سے اُگاتا ہے پودے ہرے
تُو اعلیٰ ہے اور کام تیرے بڑے
درختوں کو پھل پھول تونے دیے
پہاڑوں کے سر تونے اونچے کیے
زمانے کی کرتا ہے تو پرورش
کرم سب پہ کرتا ہے تیری روش
یہ شام و سحر، دھوپ، بادل، ہوا
ہر شے کو تخلیق تو نے کیا
تیری نعمتوں کا نہیں کچھ شمار
عطا کے بہانے ہیں تیرے ہزار
ہے لازم تیرا شکر کرتے رہیں
عنایت کا دم تیری بھرتے رہیں

شریف شیوہ۔ لاہور

☆......☆......☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

علم و حکمت کے خزینے کی طرف دیکھتے ہیں
دل کی آنکھوں سے مدینے کی طرف دیکھتے ہیں
جشنِ میلاد منانے کے لیے انؐ کے غلام
سال بھر ایک مہینے کی طرف دیکھتے ہیں
آپؐ کے جسم کی خوشبو سے ہیں شرمندہ بہت
مشک و عنبر بھی پسینے کی طرف دیکھتے ہیں
پیاس آنکھوں کی بجھانے کے لیے شام و سحر
لوگ بطحا کے نگینےؐ کی طرف دیکھتے ہیں
ہم تہی دست ہیں ارشاد بڑی حسرت سے
حاجیوں والے سفینے کی طرف دیکھتے ہیں

رانا ارشاد صدیقی۔ لاہور

☆......☆......☆

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع
جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اداریہ

ایک امریکی ایئر لائن میں خاتون جہاز میں سوار ہوئی۔ خاتون بزرگ تھیں، عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوگی۔ وہ شکل سے پڑھی لکھی اور سمجھدار بھی دکھائی دیتی تھیں۔ انہوں نے میرے زیر مطالعہ کتاب کی طرف اشارہ کر کے پوچھا؟ "کیا یہ عربی کی کتاب ہے؟"۔

میں نے مسکرا کر جواب دیا۔"نہیں یہ اردو زبان کی کتاب ہے"۔

وہ مسکرائیں اور بولیں "تم پاکستانی ہو"۔

میں نے گرم جوشی سے جواب دیا "جی جی بالکل"۔

وہ حقیقتاً خوش ہوگئیں۔

سفر طویل تھا، چنانچہ ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ جینا امریکی ہیں۔ تاریخ کی استاد ہیں۔ وہ طالب علموں کو "عالمی تنازعے" پڑھاتی ہیں۔ چنانچہ وہ مسئلہ کشمیر سے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ قائد اعظم محمد علی جناح اور مہاتما گاندھی دونوں سے بہت متاثر تھیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا "کیا تم نے گاندھی کو پڑھا ہے؟"۔

میں نے جواب دیا "جی ہاں میں نے گاندھی کی آٹو بائیو گرافی (سوانح عمری) پڑھی ہے، اور گناہ کے بارے ان کے نکات کو بھی پڑھا ہے"۔

وہ مسکرائیں اور پھر پوچھا "کیا تم قائد اعظم محمد علی جناح کے چند اصول بھی بیان کر سکتے ہو؟"۔

میں نے مسکرا کر جواب دیا "قائد اعظم پریکٹیکل با اصول انسان تھے۔ وہ فرمودات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے زندگی میں قوم کو کوئی تحریری ایجنڈا نہیں دیا تھا"۔

وہ میری طرف دیکھتی رہیں۔

میں نے عرض کیا "گاندھی اور قائد اعظم میں فرق تھا۔ گاندھی فلاسفر تھے اور قائد اعظم باعمل انسان تھے۔ وہ کہنے کے بجائے کرنے پر یقین رکھتے تھے۔ اس لیے ہمارے پاس اقوال سے زیادہ قائد اعظم کی مثالیں موجود ہیں"۔

میں خاموش ہوگیا۔

وہ بولیں۔ "میں وہ مثالیں سننا چاہتی ہوں"۔

میں نے عرض کیا "مثلاً قائد اعظم نے پوری زندگی وقت کی پابندی کی، پوری زندگی قانون نہیں توڑا، پوری زندگی اقرباء پروری نہیں کی، پوری زندگی رشوت دی اور نہ لی، پوری زندگی اپنے مذہبی رجحانات کی نمائش نہیں کی، پوری زندگی وعدے کی پابندی کی، پوری زندگی کوئی سمجھوتہ نہیں توڑا، پروٹوکول نہیں لیا، سرکاری رقم نہیں کھائی، ٹیکس نہیں بچایا، آمدنی نہیں چھپائی، اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا، کسی کا حق نہیں مارا، اور پوری زندگی کسی شخص کے ساتھ بدتمیزی نہیں کی۔"

وہ مسکرا کر بولیں۔ "ویل ڈن آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ واقعی بہت شاندار انسان تھے، میں ان سے بہت متاثر ہوں۔"

وہ رکیں اور پھر آہستہ سے بولیں "میں اگر آپ سے مزید سوال پوچھ لوں تو آپ غصہ تو نہیں کریں گے؟"۔

میں نے مسکرا کر جواب دیا "نہیں ضرور پوچھیں میں حاضر ہوں"۔

وہ بولیں "کیا آپ قائد اعظم سے محبت کرتے ہیں"۔

میں نے فوراً جواب دیا "دل و جان سے۔

وہ بولیں "آپ پھر بتائیے آپ میں اپنے قائد اعظم کی کون کون سی خوبی موجود ہے؟"۔

میرے لیے یہ سوال غیر متوقع تھا۔ میں پریشان ہوگیا۔

اور میں پریشانی میں دائیں بائیں دیکھنے لگا۔

وہ بھانپ گئیں اور آہستہ آواز میں بولیں۔

"آپ یہ چھوڑ دیں آپ صرف یہ بتائیں۔ آپ کی قوم نے اپنے قائد کی کون کون سی خوبی کو اپنی "ذات کا حصہ بنایا"۔

میں مزید شرمندہ ہوگیا۔ میرے ماتھے پر پسینہ آگیا۔

وہ مسکرا کر بولیں "میں تاریخ کی طالب علم ہوں۔ میں اسلام سے بھی انسپائر ہوں۔ میں آدھی اسلامی دنیا دیکھ چکی ہوں۔ آپ مسلمان دوعملی (منافقت) کا شکار ہیں۔ آپ لوگ ہمیشہ نبی پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہیرو کہتے ہیں۔

آپ ان کے خلفاءؓ اور صحابہؓ کو بھی آئیڈیل کہتے ہیں۔ لیکن جب عمل کی باری آتی ہے۔ تو آپ ان کی کوئی ایک خوبی بھی "اڈاپٹ" نہیں کرتے۔

آپ میں آپ کے آئیڈیلز کی کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ آپ لوگ قائد اعظم جیسی شخصیات کے بارے میں بھی اسی طرز عمل کا شکار ہیں۔ آپ نے قائد اعظم کو نوٹ پر چھاپ دیا، آپ ہر فورم پر ان کی عزت بھی کرتے ہیں۔ اور آپ ان کے لیے لڑنے مرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب ان جیسا بننے کی بات آتی ہے۔ تو آپ دائیں بائیں دیکھنے لگتے ہیں۔ چنانچہ میرا مشورہ ہے، آپ اگر اسلام پھیلانا چاہتے ہیں۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عادتیں اپنا لیں، اور آپ اگر پاکستان کو ترقی یافتہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو قائد اعظمؒ کے اصولوں پر عمل شروع کر دیں، آپ کا ملک یورپ سے آگے نکل جائے گا"۔

وہ رکیں اور نرم آواز میں بولیں۔

"میں اپنی ہر نئی کلاس میں طالب علموں سے ان کے آئیڈیلز کے بارے میں پوچھتی ہوں، یہ جب اپنے اپنے آئیڈیلز بتا دیتے ہیں۔ تو پھر میں ان سے پوچھتی ہوں آپ وہ خوبیاں گنوائیں، جو آپ نے اپنے آئیڈیلز سے متاثر ہو کر اپنی زندگی میں شامل کیں، زیادہ تر طالب علموں کا ردعمل آپ جیسا ہوتا ہے، میں پھر ان کو بتاتی ہوں مجھے ان کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، آپ اگر دل سے اپنے آئیڈیلز کو اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں، تو پھر آپ میں ان کی عادتیں موجود ہونی چاہئیں، ورنہ آپ منافق ہیں۔ اور میں نے زندگی میں کسی منافق کو بھی مطمئن اور اچھی زندگی گزارتے نہیں دیکھا"۔

یہ تحریر میں نے سوشل میڈیا پر پڑھی۔ مجھے علم نہیں یہ کس کی ہے۔ لیکن ہمارے حسب حال ہے۔ ہماری مذہبی کامیابی کا انحصار آقائے دو جہاں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اپنانے اور قومی زندگی میں کامیابی و ترقی کا دارومدار قائد اعظمؒ کے کردار کے مطابق خود کو ڈھالنے میں ہے۔

یہ خاص الخاص شمارہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم اور توفیق سے تیار ہوگیا۔ اس میں پھول ٹیم اور تمام ادیبوں کا خلوص اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہے۔

کئی تحریریں پڑھتے ہوئے آنکھوں سے آنسو چھلکتے رہے۔ زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ میں تو روز محشر اپنے نامہ اعمال میں یہی شمارہ پیش کروں گا۔ اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند فرمائیں گے اور میری بخشش کا ذریعہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس میں حصہ لینے والوں کی بخشش کا بھی ذریعہ بنائے۔ آمین۔

آپ سب کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہو۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر ملیں گے۔

محمد شعیب مرزا

آپ کے ایڈیٹر بھیا

سمیرا فاطمہ قادری

ماہِ ربیع الاول وہ مقدس مہینہ ہے، جس کی بارہ تاریخ کو والیِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمِ اجسام میں جلوہ گری ہوئی۔ دوشنبہ (پیر) کا دن تھا اور صبحِ صادق کی ضیا بار سہانی گھڑی تھی۔ رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اُجالا پھیلنے لگا تھا۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے حضرت عبداللہ کا کلبۂ احزاں ہی جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں صرف جزیرہ عرب کا بختِ خفتہ بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت جو صدیوں سے ہوا و ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ فقط مکہ و حجاز کے خدا فراموش باشندے خدا شناس اور خود شناس نہیں بنے بلکہ عرب و عجم کے ہر مکین کے لئے یگانہ معرفت کے دروازے کھول دیے گئے اور سارے نوعِ انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس سے سیراب ہو جائے۔

چالیس برس کی عمرِ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وحیِ نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جشنِ ظہورِ حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوت جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 2 میں تحریر فرماتے ہیں "جان لو کہ مخلوقات اور صدورِ کائنات و پیدائشِ عالم و آدم کا واسطہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مبارک ہے"۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ اللہ تعالیٰ نے اول میرا نور پیدا فرمایا اور باقی مکنونات مخلوقات علوی و سفلی اس نور سے پیدا ہوئیں۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی دقائق الاخبار میں فرماتے ہیں: "عرش و کرسی، لوح و قلم، سورج، چاند، ستارے اور جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرق روئے مبارک سے پیدا ہوئے ہیں۔" بالیقین نور مجسم ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل تخلیق دو عالم ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جشن بہاراں نورِ حق، باعثِ تخلیق کائنات جن کے صدقہ نور سے کائنات معرضِ وجود میں آئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا
وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہاں کی
جان ہے تو جہاں ہے

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تمام روئے زمین پہ فضلِ عظیم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ پاک نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ ابولہب جو مشہور کافر تھا اور آقا علیہ السلام کا رشتے میں چچا تھا جب آقا علیہ السلام کی ولادت مبارک ہوئی تو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک کی خوشخبری ابولہب کو سنائی تو ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جب ابولہب مر گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا تو اس نے کہا کفر کی وجہ سے دوزخ میں عذاب میں گرفتار ہوں۔ مگر اتنی بات ہے کہ ہر پیر کو عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو جن انگلیوں سے میں نے اشارہ کر کے اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا ان کے درمیان پانی آتا ہے جسے میں چوستا ہوں۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ابولہب وہ کافر تھا جس کی مذمت میں قرآن کی پوری سورت لہب نازل ہوئی۔ تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے، لپٹ مارتی آگ میں اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا ہے۔ (پارہ 30 سورۃ لہب)

تو جب آقاو عالم نورِ مجسم کی ولادت سے ابولہب کافر کو فائدہ مل سکتا ہے تو جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر محافل منعقد کروائے ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کتنی جزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے اور سیلاب زدگان کی مشکلات کو آسان فرمائے جو اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے ان کی بخشش فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

تین دشمن

میں نے ان کو اپنا ساتھی بنالیا تھا مگر اصل میں......

نذیر انبالوی

میں نے واٹس ایپ آن کیا تو بہت سے پیغامات میرے جواب کے منتظر تھے۔ میں تو اتنے پیغامات دیکھ کر چکرا کر رہ گیا۔ کیا لوگوں کو واٹس ایپ پر پیغام بھیجنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں۔ میں پہلے پہل تو سارے پیغامات پڑھ لیتا تھا اور جہاں جہاں جواب کی ضرورت ہوتی، مختصر سا پیغام بھی لکھ دیتا تھا۔ اب تو صورت حال یہ ہے کہ میں واٹس ایپ پر آئے پیغامات کو بغیر پڑھے ختم کر دیتا ہوں، جب کسی سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ اپنے واٹس ایپ پیغام کے بارے میں پوچھتا ہے تو میں فوراً کہہ دیتا ہوں، وہ پیغام تو مجھے ملا ہی نہیں تھا۔ میں پہلے تو ایسا نہ تھا۔ کبھی جھوٹ نہ بولتا تھا، تکبر نامی کوئی چیز میرے پاس آ کر تو دکھاتی، حسد کا تو دور دور تک کچھ پتہ ہی نہ تھا۔ پھر یہ سب آہستہ آہستہ میرے پاس آتے گئے۔ ایسا تب ہوا جب پہلی بار ایک بڑے رسالے میں میری کہانی شائع ہوئی، اس رسالے میں کہانی کا شائع ہونا معمولی بات نہ تھی۔ میں بار بار رسالے میں شائع ہونے والی اپنی کہانی دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے میری کچھ کہانیاں چند چھوٹے رسائل میں شائع ہوئی تھیں۔ پہلی بار ایک بڑے رسالے میں کہانی بھی شائع ہوئی اور اعزازیہ بھی موصول ہوا۔

جب لکھنے کا آغاز کیا تھا تو یہی آرزو تھی کہ مشہور ہو جاؤں، میں جہاں جاؤں لوگ مجھے میری کہانیوں کے حوالے سے پہچانیں، شہرت بھلا یوں تھوڑے ملتی ہے، اس کے لیے سخت محنت کرنا پڑتی ہے، محنت کی، خوب محنت کی، تب کہیں جا کر شہرت نے اپنی صورت دکھائی، شہرت ملی تو تکبر بھی اس کے ساتھ تھا۔ اب میں جہاں بھی جاتا لوگ مجھے پہچاننے لگے تھے۔ اب مجھے ہر طرف اپنے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ ادبی ایوارڈز تو گویا بارش بن کر مجھ پر برس رہے تھے۔ کوئی سال ایسا نہ تھا جب مجھے ایوارڈ نہ ملتا ہو۔ گھر میں الماری ایوارڈز سے بھر گئی تھی۔ نئے لکھنے والے مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔ مگر میں ان کو لفٹ نہ کرواتا تھا۔ کچھ لکھنے والے اپنی کتب پر میری رائے لکھوانے کے خواہش مند ہوتے، میں ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیتا۔ ایک نوآموز قلم کار نے میرے رویے کے بارے میں ایک رسالے میں مضمون بھی لکھا۔ میں نے اس مضمون کے شائع ہونے پر اس رسالے میں لکھنا ہی چھوڑ دیا۔ مدیر نے بار بار رابطہ کیا مگر میں نے یہی کہا کہ میرے خلاف مضمون شائع کریں، آپ کو میری کہانی کی ضرورت ہوتی تو میرے خلاف لکھا مضمون شائع نہ کرتے۔ میں ایک طویل عرصہ سے اس رسالے میں نہیں لکھ رہا۔

''ارے......ارے......یہ آپ کیا لکھ رہے ہیں؟'' آخر کہانی بول پڑی۔

''میں کہانی ہی تو لکھ رہا ہوں۔'' میرا جواب سن کر کہانی جھٹ سے بولی۔

''کہانی بھلا ایسی ہوتی ہے۔''

''تو آپ ہی بتایئے کہانی بھلا کیسی ہوتی ہے؟'' میں نے کہانی کو گھورا۔

''تو آپ اب کہانی ذرا غور سے سنیئے اور پڑھیئے۔'' کہانی یہ کہہ کر کچھ دیر خاموش رہی پھر کہانی سناتے ہوئے یوں گویا ہوئی۔

''شیراز اور میرا ساتھ بہت پرانا ہے، اسے میری پہچان نہیں تھی اور نہ میں اس سے واقف تھی، یہ لکھتا تھا اور خوش ہوتا، اپنی کچی پکی کہانیوں سے اس نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ اس نے اس عظیم انسان کا ذکر ہی نہیں کیا، جس نے اسے کہانی کے بنیادی نکات بتائے تھے۔''

''نازش اکمل صاحب'' میں درمیان میں بولا۔

''شکر ہے آپ کو ان کا نام تو یاد ہے، آپ نے کبھی بھی ان کا نام نہیں بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی، جب بھی آپ سے استاد کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے یہی جواب دیا کہ لکھتے لکھتے لکھنا سیکھا ہے۔''

''میں نے ایسا کبھی نہیں کہا۔'' میں نے کہانی کی بات درمیان سے اچک لی۔

''جھوٹ، سراسر جھوٹ، میں تمہارے جھوٹ، تکبر اور حسد کرنے کے باعث آپ سے دور ہوئی تھی، میں نے سوچا تھا کہ آپ کو کچھ بتاؤں اور سمجھاؤں گی، اب آپ کو کچھ بتانے اور سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں، میں آپ سے بات نہیں کروں گی، اب میں خاموش رہوں گی۔'' کہانی پھر ایسی خاموش ہوئی کہ میرے بلانے کے باوجود اس نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہیں کیا۔ کہانی کی خاموشی مجھے بے چین کیے ہوئے ہے، کہانی مجھ سے دور ہرگز نہیں ہے، وہ میرے آس پاس ہے، لیکن بول نہیں رہی۔ کسی قلم کار کے لیے اس سے بڑا دکھ کیا ہو سکتا ہے کہ

کہانی اس سے روٹھ جائے۔
ایک دن میں بازار گیا تو احمد باری صاحب سے ملاقات ہوگئی، ہاں یہ وہی مدیر ہیں جنھوں نے میرے خلاف ایک مضمون اپنے رسالے میں شائع کیا تھا۔ علیک سلیک کے بعد وہ التجائیہ انداز میں بولے:
''اگر غصہ کچھ ٹھنڈا ہوگیا ہو تو ہمارے لیے کچھ لکھ دیجیے، میں مضمون شائع کرنے پر معذرت خواہ ہوں۔''
''وہ میں کہانی تو لکھ دیتا مگر......!'' مجھے خاموش دیکھ احمد باری نے پوچھا۔
''مگر کیا؟''
''ان دنوں کہانی خاموش ہے، جب کہانی نے بولنا شروع کیا تو آپ کے لیے سب سے پہلے لکھوں گا۔'' میری بات سن کر احمد باری نے مسکرا کر کہا:
''میاں! خوب کہی، ان دنوں کہانی خاموش ہے، اب یہ بہانہ نہیں چلے گا، میں آپ کی کہانی کا انتظار کروں گا۔''
کچھ دیر بعد میں بازار میں اکیلا خریداری کر رہا تھا۔ ایک جوتے کی دکان میں ایک آدمی کم سن بچے کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا، میں جھٹ دکان میں داخل ہوگیا۔ آدمی نے مجھے گاہک تصور کرتے ہوئے نہایت خوش گوار انداز میں پوچھا:
''جی فرمایئے۔''
''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟'' کم سن بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا۔
''یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے، اگر کچھ نہیں لینا تو جاؤ یہاں سے۔'' دکاندار کا لہجہ یکسر بدل گیا تھا۔
''آپ اسے کیوں مار رہے ہیں، کیا قصور ہے اس کا؟'' میں آگے بڑھ کر کم سن بچے کی ڈھال بن گیا۔
''ایک کام بھیجا تھا، دوپہر کا گیا ہوا اب لوٹا ہے، گراؤنڈ میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتا رہا ہے، آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا، تم یہاں سے جاؤ، اپنا کام کرو۔'' دکاندار کسی صورت کم سن بچے کو بخشنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اسی اثناء میں تین خواتین دکان میں داخل ہوئیں تو دکان دار ان کے آگے بچھ گیا۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے فیصلہ کیا کہ اس بچے کے بارے میں کہانی لکھوں گا، بچہ اب تک سسکیاں بھر رہا تھا۔ میں جب دکان سے باہر آیا تو کہانی میرے ساتھ تھی، مگر خاموش تھی۔
''اے پیاری کہانی کب تک خاموش رہو گی؟ میرے سوال کا...... جواب تو دو۔'' کہانی نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔
وہ خاموش تھی اور خاموش رہی۔ کہانی کی خاموشی کے باوجود جھوٹ، تکبر اور حسد میرے ساتھ تھے۔ میں ان کی گرفت میں تھا۔ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ کہانی کیوں خاموش ہے۔ کہانی نے پہلے بھی کئی بار خاموشی اختیار کی تھی پھر وہ خود بخود بولنا شروع کر دیتی تھی۔ اب کی بار ایسا نہیں ہوا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب کہانی پہلی بار خاموش ہوئی تھی۔ ایک ایوارڈ تقریب میں ایوارڈ حاصل کرنے کے بعد میں نے تکبر بھرے انداز میں اجمل حبیب کو دیکھتے ہوئے نہایت حقارت سے کہا تھا:
''بڑا آیا تھا میرا مقابلہ کرنے والا، کون ہے یہاں جو مجھ سے اچھی کہانی لکھ سکے۔''
''تکبر کرنا اچھی بات نہیں، تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہر موضوع پر عمدہ کہانیاں لکھ دیتے ہو۔'' اجمل حبیب نے یہ کہتے ہوئے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو اسے میں نے جھٹک دیا۔ اگلے دن میں کہانی لکھنے کے لئے بیٹھا تو کہانی خاموش تھی۔ میں پہلے تو کہانی کی خاموشی کی وجہ نہ جان سکا جب ایک ہفتہ کے بعد کہانی نے زبان کھولی تو مجھے خاموشی کی وجہ معلوم ہوئی۔
''لو بھئی میری توبہ، اب تکبر نہیں کروں گا، اب معاف کردو'' میں نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔
''پہلی غلطی ہے، معاف کیے دیتی ہوں، آئندہ ایسی غلطی کی تو ایسی خاموشی اختیار کروں گی کہ دوبارہ آپ سے کلام نہیں کروں گی۔'' کہانی کو بولتے دیکھ کر میرا دل خوش ہوگیا تھا۔ میں فوراً کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا اور چند گھنٹوں ہی میں ایک کہانی لکھ ڈالی۔ کہانی کافی دنوں تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میں خوشی خوشی کہانی پر کہانی لکھتا رہا۔ اس دن پھر کہانی کو میں نے خاموش پایا، جب دفتر میں معمول سے زیادہ کام کے باعث کہانی نہیں لکھ پا رہا تھا۔ صبح سے شام تک کام زیادہ ہونے کی وجہ سے رات کے وقت بھی کہانی لکھنا ممکن نہ تھا۔ بس اب تو ایک ہی راستہ تھا کہ جھوٹ کا سہارا لیا جائے۔
جھوٹ پہلے بھی کئی بار ایسے موقعوں پر میرا ساتھ دے چکا تھا۔ جھوٹ نہ بولتا تو دفتر سے چھٹی کیسے ملتی۔ بخار ہونے کا جھوٹ بولا اور چھٹی مل گئی۔ میرا خیال تھا کہ میں آسانی سے کہانی لکھ لوں گا۔ یہ سوچ کر ناشتہ کرنے کے بعد میں نے کہانی لکھنے کا آغاز کیا تو یہ کیا۔ کہانی پھر خاموش تھی مجھے کہانی کی خاموشی کی وجہ جاننے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ جھوٹ کی شکل دیکھ کر کہانی نے خاموشی اختیار کی تھی۔ میں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ کہانی کو جھوٹ سے نفرت ہے۔ کہانی لکھنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا تھا۔ جھوٹ کی بنیاد پر لی گئی چھٹی برباد گئی تھی۔ میں کہانی نہ لکھ پایا تھا۔ اب میرے پاس معافی مانگنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ کہانی کو میں نے یقین دہانی کروائی کہ میں آئندہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ ہمیشہ سچ کا راستہ اختیار کروں گا۔ رحم دل کہانی نے پھر اپنی خاموشی توڑ دی۔ معافی کے الفاظ پر میں کچھ دن ہی عمل کر پاتا جب کہانی مجھ سے باتیں کرتی تو میں ہر بات بھول جاتا۔ مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ میں کہانیوں پر کہانیاں لکھتا جاتا اور تکبر، جھوٹ اور حسد دوبارہ میرے ساتھ آ کھڑے ہوتے۔ میں ان سے بچ سکتا تھا، ان سے دور رہ سکتا تھا۔ لیکن میں خود بھی انھیں خود سے دور کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ان کو اپنے قریب رکھنے کے باعث کہانی مجھ سے دور ہوگئی ہے۔ اب اس دوری اور خاموشی کو دو مہینے ہونے کو آئے ہیں میں کچھ بھی تو نہیں لکھ پایا۔ کہانی خاموش ہو تو میں بھلا کیسے لکھ پاؤں گا۔ میرے لیے ہر پل اذیت سے بھرپور تھا۔ مجھے کسی لمحے چین نصیب نہ تھا۔ بے چینی کی اسی کیفیت میں استاد محترم نازش اکمل کے سامنے جا بیٹھا۔ وہ آخر استاد تھے ایک لمحے ہی میں میری بے چینی بھانپ گئے۔ انھوں نے شفقت بھرا ہاتھ میرے سر پر دھرا تو میں نے روتے ہوئے انھیں ایک ایک بات بتا دی۔ رونے اور بتانے سے جی ہلکا ہوا تو استاد محترم نے نہایت محبت سے کہا:
''بس اتنی سی بات سے گھبرا گئے۔ کہانی خاموش بھی ہوتی ہے اور ناراض بھی ہوتی ہے۔ تم بار بار جھوٹ بول کر اسے تنگ کرتے رہے ہو تو اب اسے منانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ جھوٹ، تکبر اور حسد کو گولی مارو۔''
''گولی ماروں'' میں نے دہرایا۔
''میرا مطلب ہے ان تین دشمنوں کو اپنے قریب مت آنے دو ان تینوں کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کروا دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے کہ اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ۔ اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر ڈالتی ہے'' (سنن ابی داؤد)۔ استاد محترم بولتے جا رہے تھے اور میرا سر شرم سے جھکتا جا رہا تھا۔ احادیث مبارکہ مجھے ازبر ہیں۔ مجھے تو وہ حدیث بھی یاد ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور ہوگا جنت میں داخل نہ ہوگا (سنن ابی ماجہ نمبر 59۔ صحیح مسلم نمبر 54)۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ میری بدنصیبی یہ ہے کہ میں عمل سے دور ہوں۔ جب اُستاد محترم کا ہاتھ چوم کر ان کے گھر سے باہر نکلا تو خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ ایسا اس لیے ہوا تھا کہ میں اُستاد محترم کے سامنے بیٹھے بیٹھے اپنے تینوں دشمنوں کو گولی مار دی تھی۔ گولی مارنے پر کہانی اب خاموش تو نہیں رہے گی، وہ بولے گی، خوب مجھ سے باتیں کرے گی، جب ایسا ہوگا تو میں لکھوں گا اور خوب لکھوں گا، بس آپ سب دعا کیجئے کہانی کسی طرح بول پڑے۔

☆......☆......☆

پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان

عبدالحمید

16 اکتوبر کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم خان لیاقت علی خان کو لیاقت باغ راولپنڈی کے جلسہ عام میں سید اکبر نامی شخص نے پستول کے فائر سے شہید کر دیا تھا۔ شہید ملت محبِ وطن تھے۔ حضرت قائداعظمؒ کے دست راست تھے۔ ان کا تعلق کرنال (بھارت) کے نواب خاندان سے تھا۔ ان کا نام تحریک پاکستان کے بانیوں میں شامل ہے۔ آزادی وطن کی شمعیں روشن کرنے والا یہ عظیم لیڈر کبھی نہ بھولنے والی امر کہانیاں تحریر کر گیا۔ انہوں نے ایک جلسہ عام میں بھارت کا قبلہ درست کرنے کے لئے اپنا مکّا ہوا میں لہرایا تھا جس کا دنیا بھر میں بہت چرچا ہوا تھا۔ اسی رعب میں بھارت سرحدوں پر جنگ بندی پر مجبور ہوا تھا اور مقبوضہ وادی کشمیر میں رائے شماری کا وعدہ کیا تھا۔ ورنہ ہمارے ٹینک اس وقت جموں کے قریب دریائے توی پار کر چکے تھے۔ بھارت

گیا۔ مرتے وقت ان کے پاس صرف سولہ روپے تھے اور اچکن کی آستین پھٹی ہوئی تھی۔ ان کے آخری بول تھے "اللہ پاکستان کو قائم رکھنا۔ لاالہ اللہ" اس نوابزادہ نے کرنال میں واقع اپنی اربوں کی جائیداد کا بھی کوئی کلیم داخل نہیں کیا تھا۔

لیاقت علی خان کو ایک وفادار اور ہم خیال بیوی رعنا لیاقت علی خان کا ساتھ بھی حاصل تھا جو نہایت محبِ وطن اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہیں۔ شہید ملت کے خلاف ہونے والی سازش کا آج تک سراغ نہیں ملا۔ ایسے محبِ وطن لوگ صدیوں بعد جنم لیتے ہیں۔ دنیا انہیں اچھے نام

نے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد پر توجہ نہیں دی اور چلتے چناروں کی یہ وادی ابھی تک ظلم و ستم کا گڑھ بنی ہوئی ہے۔ عظیم محبِ وطن لیڈر لیاقت علی خان کی سادگی ملاحظہ ہو کہ اپنا تن من دھن قربان کر دینے والا پاکستان میں کوئی جائیداد یا بینک بیلنس نہیں چھوڑ

سے یاد کرتی ہے۔

یاد کرتا ہے زمانہ انہی انسانوں کو
روک دیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو

اللہ ہمیں شہید ملت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آسمان ان کی لحد پر پھول برساتا رہے۔ آمین۔

☆......☆......☆

لیاقت علی خاں

امان اللہ نیر شوکت۔ لاہور

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں
تُو رہے گا ہمارے دلوں کا امیں
تیری ہمت ہمیشہ رہی لازوال
تجھ سا رہبر ملے گا ہمیں اب کہیں
تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں
تجھ سے دشمن سدا خوف کھاتا رہا
زندگی میں کبھی تو جھکا نہ بکا
جو لڑی جنگ تُو نے ہمارے لیے
اس سے واقف ہیں یہ آسماں و زمیں
تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں
عمر بھر تو رہا دیس کا پاسباں
جانتا ہے حقیقت یہ سارا جہاں
نام زندہ رہے گا ہمیشہ ترا
ہے مجھے اس کا نیر مکمل یقیں
تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں

☆......☆......☆

حدیث کہانی

قرۃ العین خرم ہاشمی

جگمگ راستے

اس کے ابو گھر آئے تو بہت پریشان تھے……

''بابا! میں بھی کل آپ کے ساتھ مسجد جاؤں گا۔'' بارہ سالہ ریحان نے جلدی سے کہا تو شام کی چائے پیتے واصف نے حیرانی نے بیٹے کی طرف دیکھا جو نماز پڑھنے میں ہمیشہ سستی کا مظاہرہ کرتا تھا۔

''یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ عبدلرافع تو ہر روز اپنے دادا کے ساتھ مسجد آتا ہے۔'' واصف نے خوش ہو کر ریحان کے بچپن کے دوست کی مثال دی جو پچھلی گلی میں رہتا تھا

''اس کے پاس بہت وقت ہوتا ہے۔ مجھے تو پڑھائی اور پھر ٹیوشن کی وجہ سے مسجد جانے کا وقت ہی نہیں ملتا۔'' ریحان نے منہ بنا کر کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

واصف نے حیرانی نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

''لگتا ہے عبدلرافع کی صحبت کا اثر ہو گیا ہے۔'' ریحان کی امی نے چائے کی خالی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا تو واصف نے سر ہلا دیا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' واصف نے خوشی سے کہا کیونکہ ان کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ ریحان بھی شوق اور پابندی سے پانچ وقت کی نماز ادا کرے۔ جیسے کہ ریحان کے والدین اور بڑا بھائی ولید ادا کرتا تھا۔ ولید میٹرک کا طالب علم تھا۔ بہت محنتی اور لائق جبکہ ریحان کا ذہن شراتوں اور کھیل کود میں لگتا تھا۔ اگلے دن ریحان اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ قریبی مسجد گیا تو مسجد کو لائٹوں سے سجا دیکھ کر خوش ہو گیا۔

''یہ لائٹیں کب لگیں ؟'' ریحان نے حیرانی سے پوچھا۔

''ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوتے ہی مسجد کو روشنیوں سے سجا دیتے ہیں۔ تم مسجد آتے نہیں ہو اس لیے شاید پہلی بار دیکھی ہیں۔'' عبدلرافع نے مسکراتے ہوئے پاس آ کر کہا۔

اس نے باری باری سب کو سلام کیا۔

''مجھے بھی سب پتا ہے۔'' ریحان نے منہ بنا کر کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ عبدلرافع بھی اس کے پیچھے گیا۔ نماز کے بعد درس کا اہتمام بھی تھا۔ تھوڑی دیر ایسے ہی گزر گئی جب ریحان نے بیزاری سے ساتھ بیٹھے باپ کی طرف دیکھا جو بہت غور سے مولوی صاحب کی باتیں سن رہے تھے۔

''پتا نہیں مٹھائی کب بانٹیں گے؟'' ریحان نے جھنجلا کر کہا تو پاس بیٹھے عبدلرافع نے چونک کر اس کی طرف

دیکھا۔
"تم مسجد مٹھائی لینے آئے ہو؟" عبدالرافع نے حیرانی سے پوچھا تو ریحان نے سر ہلایا۔
"جیسے رمضان کے مہینے میں جس شب قرآن مکمل ہوتا ہے یعنی ستائیں کی شب مٹھائی بانٹتے ہیں۔ اس لیے ربیع اول کے مہینے میں بھی مسجد کی کمیٹی ہر جمعہ کو مٹھائی بانٹتی ہے۔"
ریحان نے جلدی سے کہا۔
"میں سمجھا تم نماز پڑھنے کے شوق میں مسجد آئے ہو۔" واصف نے حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر افسوس بھرے انداز میں کہا۔
"بابا! نماز تو میں گھر میں بھی پڑھ لیتا ہوں۔" ریحان نے جلدی سے کہا۔
"مگر بیٹا! اللہ کے گھر کو آباد کرنے، مسجد کی طرف قدم اٹھانے پر بھی ثواب ہے۔" عبدالرافع کے دادا جان نے نرمی سے پاس آکر کہا تو ریحان سر ہلا کر رہ گیا۔ اس دن ریحان کو مٹھائی ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اگلے دن عبدالرافع مغرب کے وقت ان کے گھر سے پاس سے گزرتا ہوا رک گیا۔
"دادا جان! ریحان کو بھی ساتھ لے لیتے ہیں۔ اس کے بابا تو آج شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" عبدالرافع نے کہتے ہوئے گھر کی اطلاعی گھنٹی بجائی۔ ریحان باہر نکلا اور ان دونوں کو دیکھ کر چونک گیا۔
"مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔ آؤ مسجد چلتے ہیں۔" عبدالرافع نے مسکرا کر کہا تو ریحان ہنسنے لگا۔
"اتنی جلدی! ابھی تو اذان بھی نہیں ہوئی۔" ریحان نے منہ بنا کر کہا۔

"دادا جان! ریحان کو بھی وہ حدیث سنائیں ناں!" عبدالرافع نے جلدی سے کہا۔ ریحان نے حیرانی سے دادا جان کی طرف دیکھا۔
"کونسی حدیث؟" ریحان نے جلدی سے پوچھا۔ دادا جان نے مسکرا کر سر ہلایا اور با ادب انداز میں حدیث سنانے لگے۔ ریحان بہت غور سے سن رہا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
کوئی شخص نماز کی وجہ سے جب تک کہیں ٹھہرا رہے گا، اس کا یہ سارا وقت نماز میں شمار ہوگا اور ملائکہ اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے کہ
اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس پر اپنی رحمت نازل کر (اس وقت تک) جب تک وہ نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ نہ جائے یا بات نہ کرے۔ (بخاری، ۳۲۲۹)
دادا جان نے نرم لہجے میں حدیث سنائی تو ریحان کچھ سوچنے لگا۔
"اس لیے میں دادا جان کے ساتھ پہلے مسجد چلا جاتا ہوں اور وضو کر کے نماز کا انتظار کرتا ہوں۔" عبدالرافع نے فخریہ انداز میں کہا اور دادا جان کے ساتھ واپس چلا گیا۔
رات کو واصف صاحب گھر لوٹے تو بہت پریشان تھے۔
"سب دعا کریں کہ میری کاروباری ڈیل ہو جائے۔ ورنہ سارا سرمایہ ڈوب جائے گا اور ہم سڑک پر آ جائیں گے۔" انہوں نے پریشانی سے کہا۔ سب گھبرا گئے۔ ریحان کی امی نے خاص تہجد کے وقت عبادت کر کے دعا مانگی۔ فجر کا وقت ہوا تو ریحان کے ابو وضو کرنے کے لیے اٹھے۔ ریحان کو پہلے ہی لاؤنج میں کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔
"تم اتنی جلدی اٹھ گئے؟" واصف صاحب نے حیرت سے پوچھا۔
"بابا! میں بھی آپ کے ساتھ مسجد جاؤں گا۔" ریحان نے جلدی سے کہا تو اس کے ابو مسکرا دیے۔
"بیٹا! آج تو جمعہ نہیں ہے۔ اس لیے مٹھائی تو نہیں ملے گی۔" واصف صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو ریحان نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں مسجد آپ کے لیے دعا کرنے جاؤں گا۔ دادا جان نے کل حدیث سنائی تھی کہ مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والے وقت کا بھی ثواب ملتا ہے۔ جب فرشتے ہمارے لیے دعا کریں گے تو تب میں آپ کے لیے دعا مانگوں گا۔ اللہ میری دعا ضرور سنیں گے۔" ریحان نے یقین سے کہا تو اس کے ابو نے اسے گلے سے لگا لیا۔ ریحان کو واصف اور ولید کے ساتھ صبح سویرے مسجد میں داخل ہوتا دیکھ کر عبدالرافع اور دادا جان بہت حیران ہوئے۔
"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔" واصف صاحب نے دادا جان کے گلے لگتے ہوئے کان میں کہا تو وہ مسکرا دیے۔ ریحان فجر کی نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلا تو بہت خوش اور مطمئن تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ شام کو جب واصف صاحب کام سے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا۔
"اللہ نے ہماری دعائیں سن لی ہیں۔ میری ڈیل فائنل ہو گئی ہے۔" واصف صاحب نے خوشی سے کہا تو ریحان ہنستا ہوا باپ کے گلے سے لگ گیا۔
"بابا! میں اس میں سے آدھی مٹھائی عبدالرافع کو بھی دوں گا۔" ریحان نے مسکرا کر کہا تو واصف صاحب نے ہنستے ہوئے سر ہلا دیا۔
"بالکل بیٹا! تمہارے لیے دعا کے جگمگ راستے پر چلنے کا وسیلہ وہی تو بنا ہے۔" واصف صاحب نے مسکرا کر کہا تو ریحان خوشی سے سر ہلاتا مٹھائی لے کر ولید کے ساتھ، عبدالرافع کے گھر کی طرف چل پڑا کیونکہ عبدالرافع اس کا نیک دوست تھا اور نیک دوست ہمیشہ نیکی کے راستوں پر چلنے کا ہنر سکھاتے ہیں۔

☆......☆......☆

حفاظت

دیا خان بلوچ

اسلم اور اکرم بچپن کے گہرے دوست تھے۔ دونوں ایک ہی گاؤں میں پلے بڑھے اور جب جوانی کو پہنچے تو اپنے اپنے آباؤ اجداد کے پیشوں میں جت گئے۔ پانچ سال قبل اسلم اپنے گھر والوں کے ہمراہ نزدیکی شہر میں رہنے لگا اور یہاں کوئلے کا کام شروع کر دیا۔ اکرم کا چوں کہ کھیتی باڑی آبائی پیشہ تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے گاؤں سے دور جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے وہ اپنے ہی گاؤں میں رہا۔ اسلم جانے سے پہلے وہ اکرم کو اپنی چھوٹی سی زمین کی دیکھ بھال کی ذمہ داری دے آئے تھے۔

یہ جون کی تپتی دوپہر تھی۔ چرند پرند گرمی کی شدت سے نڈھال سائے میں چھپے نظر آ رہے تھے۔ شام ہوئی تو سب نے سکھ کا سانس لیا۔ گاؤں والوں کے لیے پریشانی کی اصل وجہ ملک یاور تھا جس نے اچانک ہی فصلوں کے لیے پانی دینے سے روک دیا تھا۔ زمین خشک ہوئی تو زمین بنجر ہونے کا خدشہ بڑھنے لگا۔ کھیتوں کو وقت پر پانی نہ ملا تو سب کسان جانتے تھے کہ کھیت تباہ ہو جائیں گے

اور اگر ایسا ہوا تو پورے گاؤں میں فاقوں کی نوبت آ جائے گی۔ اُن سب نے پنچایت میں بات کی، جب چوہدری صاحب نے سنی تو اُنھوں نے ملک یاور سے بات کرنے کا وعدہ کیا اور اگلے دن صبح سویرے سب کو اسی جگہ اکٹھے ہونے کا کہا۔ اگلی صبح سب پنچایت میں پہنچ گئے۔

چوہدری صاحب بولے" ملک یاور کا کہنا ہے کہ اگر اکرم اپنی زمین میں سے اُس کو رستہ دے تو وہ یہاں مشکل میں پھنسے سب کسانوں کی زمینوں کو پانی دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اب تم بتاؤ اکرم تم کیا کہتے ہو؟"

اکرم سوچ میں پڑ گیا، وہ انکار کرتا تو سب کے ساتھ ساتھ اُس کا خاندان بھی بھوکا مرتا اور اگر ملک یاور کی بات مانتا ہے تو اپنا نقصان ہوگا۔ بھوکا مرنے سے بہتر ہے کہ وہ ملک یاور کی بات مان لے۔ اُس نے سر اُٹھایا تو سب کی آس بھری نظریں اُس پہ ٹکی ہوئی تھیں۔

"جی چوہدری صاحب! مجھے اپنے گاؤں کی سلامتی منظور ہے۔ میں اپنی زمین سے مطلوبہ حصہ دینے کو تیار ہوں۔"

اُس کی بات مکمل ہوتے ہی سب کے چہروں پہ اُمید کی کرن جگمگانے لگی۔ اُس کے فیصلے نے سب کو جینے کی امنگ دی تھی۔ جو گاؤں گزشتہ ہفتوں سے پریشانی اور خوف کا شکار تھا اب اسی گاؤں میں شام ہوتے ہی نانیاں دادیاں اپنے بچوں کو مزے مزے کی کہانیاں سناتیں، ہر گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔

یہ نومبر کی ایک رات تھی، جب موسلا دھار بارش ہوئی، ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ رات تو خیر کٹ گئی لیکن صبح ہوتے ہی گاؤں میں ایک نئی صورتحال نظر آئی۔ اکرم صبح سویرے اپنے کھیت میں موجود تھا اور مسلسل دوسرے کھیت سے پانی کا رستہ بنا رہا تھا۔ جب نیاز، جو اُن کا پڑوسی تھا اُس نے دیکھا تو حیران ہوا کہ وہ اتنی ٹھنڈ میں کس کے لیے اتنی محنت کر رہا ہے۔ کیوں کہ اکرم کے کھیت میں تو پانی نہیں تھا۔ بلکہ ساتھ والے کھیت میں پانی بھرا ہوا تھا۔ نیاز سے جب رہا نہ گیا تو وہ اکرم کے پاس آیا اور اُس سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ اکرم نے اُسے بتایا کہ "یہ اُس کے دوست اسلم کی زمین ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری وہ اُسے سونپ کر گیا تھا۔ اس لیے وہ اُس کی زمین کی حفاظت کر رہا ہے۔"

"لیکن بھائی یہ سب تو قدرتی آفت ہے۔ یہ تم نے خود تو نہیں کیا، جو اتنا پریشان ہو رہے ہو۔ اگر بیمار پڑ گئے تو پھر کیا کرو گے؟" نیاز نے اُسے ڈرایا۔ جب اکرم بولا: "بھائی نیاز! تمھیں یاد تو ہوگا کہ ہم سب ایک ہی امام صاحب کے پاس قرآن و حدیث کی تعلیم کے لیے جاتے تھے۔"

"ہاں یاد ہے۔" "تو کیا تم بھول گئے کہ امام صاحب نے ہمیں کیا بتایا تھا؟"

"مجھے بالکل بھی یاد نہیں، آپ بتا دیجیے۔

اچھا تو پھر سنو اُنھوں نے ہمیں پڑھایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مومن، مومن کا آئینہ ہے اور مومن، مومن کا بھائی ہے وہ اس کے نقصان کو روکتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

"اس لیے میرے پیارے بھائی! میں اپنے بھائی کے نقصان کو روکنے کے لیے اتنی محنت کر رہا ہوں۔ ویسے ایک بات تو بتاؤ، اگر یہ تمہاری زمین ہوتی تو کیا تم تب بھی ایسے ہی دیر کرتے یا اسی وقت آ کر اپنی زمین کو بچانے کے لیے حفاظتی اقدام کرتے۔" نیاز اکرم کی بات سن کر شرمندہ سا تھوڑی دیر رک کر وہ چلا گیا۔ اکرم دعا کرنے لگا کہ کوئی اُس کی مدد کو آ جائے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ نیاز اپنے ساتھ گاؤں کے چند دوسرے افراد کو لے آ رہا تھا۔ سب نے مل کر اسلم کی زمین سے پانی کا راستہ بنا دیا، چند گھنٹوں میں اُن کا کام مکمل ہو گیا۔ اکرم نے اُن سب کا شکریہ ادا کیا اور سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

(حوالہ: باب المسلم مرآۃ أخیہ، 239۔ الادب المفرد)

☆......☆......☆

کون تیار ہے ایسے سودے کے لیے؟؟

انتخاب: شائزہ شعیب

سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک یتیم نوجوان شکایت لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ کہنے لگا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی کھجوروں کے باغ کے ارد گرد دیوار تعمیر کرا رہا تھا کہ میرے ہمسائے کی کھجور کا ایک درخت دیوار کے درمیان میں آ گیا۔ میں نے اپنے ہمسائے سے درخواست کی کہ وہ اپنی کھجور کا درخت میرے لیے چھوڑ دے تاکہ میں اپنی دیوار سیدھی بنوا سکوں، اُس نے دینے سے انکار کیا تو میں نے اُس کھجور کے درخت کو خریدنے کی پیشکش کر ڈالی، میرے ہمسائے نے مجھے کھجور کا درخت بیچنے سے بھی انکار کر دیا ہے"۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نوجوان کے ہمسائے کو بلا بھیجا۔ ہمسایہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نوجوان کی شکایت سنائی جسے اُس نے تسلیم کیا کہ واقعتاً ایسا ہی ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ تم اپنی کھجور کا درخت اس نوجوان کیلئے چھوڑ دو یا اس درخت کو نوجوان کے ہاتھوں فروخت کر دو اور قیمت لے لو۔ اس آدمی نے دونوں حالتوں میں انکار کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو ایک بار پھر دہرایا، کھجور کا درخت اس نوجوان کو فروخت کر کے پیسے بھی وصول کر لو اور تمہیں جنت میں بھی ایک عظیم الشان کھجور کا درخت ملے گا جس کے سائے کی طوالت میں سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔

دنیا کے ایک درخت کے بدلے میں جنت میں ایک درخت کی پیشکش ایسی عظیم تھی جس کو سن کر مجلس میں موجود سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما دنگ رہ گئے۔ سب یہی سوچ رہے تھے کہ ایسا شخص جو جنت میں ایسے عظیم الشان درخت کا مالک ہو کیسے جنت سے محروم ہو کر دوزخ میں جائے گا۔ مگر وائے قسمت کہ دنیاوی مال و متاع کی لالچ اور طمع آڑے آ گئی اور اس شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچنے سے انکار کر دیا۔

مجلس میں موجود ایک صحابی ابا الدحداحؓ آگے بڑھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں کسی طرح وہ درخت خرید کر اس نوجوان کو دے دوں تو کیا مجھے جنت کا وہ درخت ملے گا؟"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں تمہیں وہ درخت ملے گا"۔

ابا الدحداحؓ اُس آدمی کی طرف پلٹے اور اس سے پوچھا "میرے کھجوروں کے باغ کو جانتے ہو؟"۔

اس آدمی نے فوراً جواب دیا "جی کیوں نہیں، مدینے کا کونسا ایسا شخص ہے جو ابا الدحداحؓ کے چھ سو کھجوروں کے باغ کو نہ جانتا ہو، ایسا باغ جس کے اندر ہی ایک محل تعمیر کیا گیا ہے، باغ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں اور باغ کے ارد گرد تعمیر خوبصورت اور نمایاں دیوار دور سے ہی نظر آتی ہے۔ مدینہ کے سارے تاجر تیرے باغ کی اعلیٰ اقسام کی کھجوروں کو کھانے اور خریدنے کے انتظار میں رہتے ہیں"۔

ابا الدحداحؓ نے اس شخص کی بات کو مکمل ہونے پر کہا "تو پھر کیا تم اپنے اس کھجور کے ایک درخت کو میرے سارے باغ، محل، کنویں اور اس خوبصورت دیوار کے بدلے میں فروخت کرتے ہو؟"۔

اس شخص نے غیر یقینی سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا کہ کیا عقل مانتی ہے کہ ایک کھجور کے بدلے میں اسے ابا الدحداحؓ کے چھ سو کھجوروں کے باغ کا قبضہ بھی مل پائے گا کہ نہیں؟ معاملہ تو ہر لحاظ سے فائدہ مند نظر آ رہا تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے گواہی دی اور معاملہ طے پا گیا۔

ابا الدحداحؓ نے خوشی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور سوال کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت میں میرا ایک کھجور کا درخت پکا ہو گیا نا؟"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں"۔

ابا الدحداحؓ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب سے حیرت زدہ سے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا اُس کا مفہوم یوں بنتا ہے کہ "اللہ رب العزت نے تو جنت میں ایک درخت محض ایک درخت کے بدلے میں دینا تھا۔ تم نے تو اپنا پورا باغ ہی دے دیا۔ اللہ رب العزت جود و کرم میں بے مثال ہیں، انہوں نے تجھے جنت میں کھجوروں کے اتنے باغات عطاء کیے ہیں کہ کثرت کی بنا پر جن کے درختوں کی گنتی بھی نہیں کی جا سکتی۔ ابا الدحداحؓ! میں تجھے پھل سے لدے ہوئے ان درختوں کی کس قدر تعریف بیان کروں؟"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بات کو اس قدر دہراتے رہے کہ محفل میں موجود ہر شخص یہ حسرت کرنے لگا کاش وہ ابا الدحداحؓ ہوتا۔

ابا الدحداحؓ وہاں سے اٹھ کر جب اپنے گھر کو لوٹے تو خوشی کو چھپا نہ پا رہے تھے۔ گھر کے باہر سے ہی اپنی بیوی کو آواز دی کہ میں نے چار دیواری سمیت یہ باغ، محل اور کنواں بیچ دیا ہے۔

بیوی اپنے خاوند کی کاروباری خوبیوں اور صلاحیتوں کو اچھی طرح جانتی تھی، اس نے اپنے خاوند سے پوچھا "ابا الدحداحؓ کتنے میں بیچا ہے یہ سب کچھ؟"۔

ابا الدحداحؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ "میں نے یہاں کا ایک درخت جنت میں لگے ایسے ایک درخت کے بدلے میں بیچا ہے، جس کے سایہ میں سوار سو سال تک چلتا رہے"۔

ابا الدحداحؓ کی بیوی نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا "ابا الدحداحؓ! تو نے منافع کا سودا کیا ہے۔ ابا الدحداحؓ! تو نے منافع کا سودا کیا ہے"۔

(بحوالہ: تفسیر ابن کثیر)

☆......☆......☆

ایمان شبیر

اس نے اس کو لالچ دیا اور کہا کہ......

لانبی بعدی

میں برق رفتاری سے روزانہ کی طرح گھر گھر اخبار بانٹ رہا تھا کیونکہ اس کے بعد مجھے سکول بھی وقت پر پہنچنا تھا۔ یہ میرا روزانہ کا معمول تھا۔ میرے ابو جان اخبار کے دفتر میں کام کرتے تھے۔ ان کی موت کیسے ہوئی یہ تو کوئی بھی صحیح نہیں جانتا لیکن امی جان بتاتی ہیں کہ تمہارے دادا جان تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کے دلوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ تمہارے بابا کے دفتر میں اکثر قادیانی اپنے لٹریچر کی ترویج واشاعت کے لیے آیا کرتے تھے اور اس کے بدلے میں بھاری معاوضے کی پیشکش کرتے تھے۔ آخر ایک دن انہوں نے تنگ آ کر دفتر میں ان کا داخلہ بند کر دیا اور اپنے دفتر کے دروازے کے اوپر

"انا خاتم النبیین لا نبی بعدی"

کی بڑی سی تختی آویزاں کر دی۔ غلط عقیدے کے لوگوں نے انہیں اس حرکت کی وجہ سے دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ ان کے پاس تین دن کا وقت ہے اگر ان کی بات مان لی تو ٹھیک ورنہ وہ کسی بھی وقت اندھی گولی کا شکار ہو جائیں گے۔ لیکن میرے ابو جان نے نہایت نفرت سے کہا "اے دنیا کے بدترین انسان کے پیروکارو، میری جان جاتی ہے تو جائے لیکن اس جھوٹ کو شائع کرنے میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا"۔

"تو مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ" اس کے بعد ابو جان کا جواب سنے بغیر وہ چلے گئے۔ گھر آ کر ابو جان نے امی سے بات کی تو انہوں نے پریشان ہونے کی بجائے انہیں خوب تسلی دی اگلے دن ابو جان دفتر گئے تو پھر کبھی واپس نہیں آئے۔

اب امی جان گھر میں سلائی کرتی ہیں اور دوسری بچیوں کو بھی سلائی سکھاتی ہیں۔ دادی جان کڑھائی، بڑی بہن بچوں کو ٹیوشن پڑھانے کے ساتھ ساتھ خود بھی دسویں میں پڑھتی ہیں اور میں ہر روز لوگوں کے گھر میں اخبار بانٹنے کے بعد سکول جاتا ہوں۔ مجھے جلد بندی کا کام بھی آتا ہے۔ اس لیے اکثر بچوں کو کتابوں کی جلد بھی کر دیتا ہوں۔

آج جب میں گھروں میں اخبار بانٹ رہا تھا تو اچانک ہی ایک گھر کا دروازہ کھلا اور باوقار سے صاحب باہر نکلے۔ فوراً ہی سلام لیتے ہوئے بولے "کیسے ہو بیٹا اور تمہارا نام کیا ہے"۔

"جی میرا نام غلام مصطفیٰ ہے" میں نے انہیں فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی صاحب تھے جب اتوار کے روز میں اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتا ہوں یہ تب بھی میری طرف نہایت غور سے دیکھتے رہتے ہیں۔ میری آنکھوں میں شناسائی کی چمک دیکھ کر وہ بھی مسکراتے ہوئے بولے "میرا نام ظفر اللہ ہے۔ تم کرکٹ اچھی کھیلتے ہو کیوں نہ آج میری طرف سے چائے پیتے جاؤ"۔

میں فوراً بولا: "نہیں صاحب مجھے سکول سے دیر ہو جائے گی"۔ وہ حیرانی سے بولے "سکول بھی جاتے ہو۔ کونسی جماعت میں ہو"۔

"جی ساتویں میں"۔

"ارے واہ! چلو اگر آج چائے نہیں پی سکتے تو اتوار کو ضرور آنا۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔

"مجھ سے" میں حیرانی سے بولا" چلیں ابھی میں چلتا ہوں کیونکہ مجھے سکول بھی وقت پر پہنچنا ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے خدا حافظ" وہ بھی مسکراتے ہوئے بولے آج میں سارا دن اسی بارے میں سوچتا رہا کہ ان صاحب کو مجھ سے ایسی کونسی ضروری بات کرنی ہے۔

اتوار کے روز میں صبح آٹھ بجے کے قریب ان کے گھر جا پہنچا۔ انہوں نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ظفر اللہ صاحب بھی بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ملازم چائے اور دیگر لوازمات لیے آن پہنچا۔ چائے کے بعد ظفر صاحب نے چند کتابچے میز پر رکھ دیے۔ میں حیران و پریشان سا انہیں دیکھنے لگا۔ "یہ سب کیا ہے؟"۔

"یہ چند کتابچے ہیں جو تمہیں اپنے اردگرد بانٹنے ہیں"۔ میں وہیں وہ کتابچہ کھول کر بیٹھ گیا اور پہلے صفحے پر ہی چونک کر رک گیا اور پوچھا "کیا آپ قادیانی ہیں؟"۔

"نہیں مسلمان ہوں" ظفر صاحب نے آرام سے

جواب دیا۔ لیکن میرے چہرے پر تاؤ دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

”اگر آپ مسلمان ہیں تو یہ قادیانی لٹریچر مجھے بانٹنے کے لیے کیوں دے رہے ہیں“۔

”دیکھو بچے میرا نبوت پر مکمل یقین ہے۔ یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں“۔

”تو پھر آپ ختم نبوت کا انکار کیوں کرتے ہیں اور ختم نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ قادیانی ہے“۔ وہ ساتویں جماعت کے بچے کے منہ سے ایسی باتیں سن کر حیران رہ گیا۔

”دیکھو تم جذباتی مت ہو۔ اگر تم یہ کتابچے اپنے اردگرد بانٹنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کا تمہیں بھاری معاوضہ بھی ملے گا اگر تم راضی ہو تو اس پیپر پر سائن کردو“۔

میری آنکھوں میں اپنے ابا کے دفتر کے دروازے کے اوپر لگی تختی گھومنے لگی۔ میں نے عجیب مسکراہٹ سے اس سے پیپر اور قلم لے لیا اور دستخط کی بجائے بڑی عقیدت سے اس پر ”ختم نبوت زندہ باد“ لکھ دیا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ پیپر دیکھ کر اس نے چیختی ہوئی آواز میں کہا ”میری پیشکش کو رد کر کے تم نے گویا جنت کو ٹھکرا دیا ہے“۔

”مجھے جنت نہ تو دنیا میں چاہیے اور نہ ہی تم سے چاہیے بلکہ آخرت میں اپنے رب سے چاہیے“۔

گھر سے باہر نکل کر گویا مجھے سکون کا احساس ہوا۔ مجھے اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا نہ تھا۔ گھر آ کر امی سے اس واقعے کا ذکر کیا تو امی نے بے اختیار مجھے سینے سے لگا لیا اور روتے ہوئے کہنے لگیں ”بیٹا تیرے باپ کے دل سے بھی ایمان کو نکالنے کی بے انتہا کوششیں کی گئی۔ اس کے لیے انہیں ڈرایا، دھمکایا، ستایا اور لالچ دیا گیا لیکن راہ عشق کے اس مسافر نے عشق کی ایک ہی جست میں یہ ساری رکاوٹیں عبور کر لیں۔ تم نے اچھا نہیں بہت اچھا کیا۔

اور اگر وہ قادیانی اپنا لٹریچر بانٹنے کے لیے تمہیں دے سکتا ہے تو تم بھی اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ختم نبوت کے بارے پر اشتہار چھپوا کر گھر گھر لگاؤ اور اس قادیانی کے دروازے پر سب سے زیادہ اشتہار لگانا تاکہ اسے یقین آ جائے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور یہ بات یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے“۔

☆.....☆.....☆

انہوں نے ہماری بہترین پرورش اور تربیت کی......

میری پیاری والدہ

زاہد احمد خان

پیغمبر اعظم ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔“ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ حسن سلوک کے مستحق کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار والدہ اور چوتھی مرتبہ والد کو قرار دیا۔ دین اسلام نے والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور ان کی خدمت کو جہاد قرار دیا ہے۔

ماں اللہ تعالیٰ کا ایسا عطیہ ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں اور نہ ہی اولاد اس کا حق ادا کر سکتی ہے۔ اس لئے جس قدر ممکن ہو ماں کی خدمت واطاعت کرتے رہیں۔ والدین کیلئے بخشش و رحمت کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں اور ان کے ایصال ثواب کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔ ان سے جڑے رشتوں اور دوست واحباب سے حسن سلوک روا رکھیں۔

قرآن وحدیث اور سیرت طیبہ میں والدین اور خصوصاً والدہ کی محبت واطاعت اور خدمت گزاری کیلئے بہت تاکید کی گئی ہے، جس کا صلہ جنت ہے۔ راقم کے والد محترم پی اے خان ہماری کم عمری میں ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ ایسے میں میری مرحومہ والدہ سعیدہ خان نے جس محبت وایثار اور ذمہ داری سے میری اور میرے دیگر پانچ بہن وبھائی یعنی چھ بچوں کی پرورش فرمائی وہ قابل تحسین اور ناقابل فراموش ہے۔

میرے ماموں سکواڈرن لیڈر(ر) بشیر احمد ملک بھی اپنی بیوہ بہن کی زندگی میں بھی ہر ممکن مدد کرتے رہے اور ان کا پورا پورا خیال رکھا، اور والدہ کی وفات کے بعد بھی ہم سب بہن بھائیوں کا ہر طرح سے خیال رکھ رہے ہیں۔ میری والدہ نے ہم بہن بھائیوں کو والد کی کمی کو محسوس نہ ہونے دیا۔ تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دی۔ زیادہ پڑھی لکھی نہ ہونے کے باوجود ہمیں پڑھایا لکھایا اور آداب زندگانی سے روشناس کرایا۔ اچھائی وبرائی سے آگاہ کیا اور معاشرہ کے لیے کارآمد افراد بننے میں ہماری مدد کی۔ میری مرحومہ والدہ بے شمار خوبیوں کی مالکہ تھیں۔ خوش اخلاق، خوش کردار اور کفایت شعار و سلیقہ مند تھیں۔ ہم ہر معاملے میں اپنی والدہ کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ ہر مشکل کام میں انہیں اپنا مددگار ورہنما پاتے تھے۔ بڑی عمروں کے ہو کر بھی ہم سب کا تکیہ وسہارا ہماری والدہ تھیں۔ عمر کے آخری چند ماہ وہ بیمار رہیں۔ ان کا علاج پی اے ایف ہسپتال میں ہو رہا تھا۔ یکم فروری 2022ء کو رضائے الٰہی سے وہ مختصر علالت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ان کی جدائی سے ہمارے اوپر دکھ اور غم کا پہاڑ آ گرا۔ ہم ابھی تک سنبھل نہیں پائے۔ قرآن وحدیث میں والدین کے بارے میں جو احکامات دیے گئے ہیں۔ ان کی حقانیت ہم پر پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ کس طرح والدین اولاد کی پرورش وتربیت کے سلسلے میں گونا گوں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ان کے چلے جانے کے بعد اولاد کس قدر تنہا اور بے یارومددگار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعلیم کردہ دعاؤں کے مطابق ہر وقت بارگاہ ایزدی میں عرض گزار رہتا ہوں۔

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین اور مومنین کو بخش دے، جس دن تو حساب قائم کرے۔

دوسری دعا: ترجمہ: اے میرے رب ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

میری مرحومہ والدہ نے ہماری مذہبی اور اخلاقی تربیت بہت اچھے خطوط پر کی۔ سب کے ساتھ اخلاق وادب سے پیش آئیں۔ ہمیشہ تواضع وسخاوت کا شعار اپنانے کی تاکید کی۔ ان کے چلے جانے سے ہماری زندگی میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے مگر ان کی یادیں اور سنہری باتیں ہمارے لئے مشعل راہ بنی رہیں گی۔ علامہ اقبالؒ نے بھی اپنی مرحومہ والدہ کیلئے ایک طویل نظم لکھی تھی۔ جس کا ہر شعر بہت خوبصورت اور جاندار ہے۔ میں بھی اپنی ترجمانی کیلئے اس نظم سے چند اشعار یہاں درج کرتا ہوں۔

کس کو ہو گا اب وطن میں آہ میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار
خاک مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو یاد آؤں گا
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ ہم سب کے والدین کو اپنی رحمت وبخشش فرمائے۔ زندگی میں ان کی اطاعت ومحبت کی توفیق دے تاکہ ہم دونوں جہانوں میں سرخرو اور کامیاب ہو سکیں۔

☆.....☆.....☆

حضرت جامیؒ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انتخاب: تہذین طاہر

ایک روایت کے مطابق حضرت مولانا جامیؒ ایک نعت لکھنے کے بعد جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نعت کو پڑھیں گے۔ چنانچہ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا۔ تو امیر مکہ کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس کو (یعنی جامیؒ کو) مدینہ طیبہ کی جانب نہ آنے دیں۔

حکم سن کر امیر مکہ نے اعلان کروا کر مولانا جامیؒ کی مدینہ میں داخلے پر پابندی لگا دی۔

مولانا جامیؒ بڑے پائے کے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ ان کے دل پر عشق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر غالب تھا کہ چھپ کر مدینہ طیبہ کی جانب چل پڑے۔ کچھ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ قافلے میں ایک صندوق میں بند ہو گئے۔ لیکن پھر بھی امیر مکہ نے جانے نہ دیا اور کچھ لکھتے ہیں کہ بھیڑوں کے ریوڑ میں ان کی کھال اوڑھ کر چلتے چلتے مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگے۔ پھر بھی انہیں نہ آنے دیا گیا۔ جب دوبارہ امیر مکہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور فرمایا کہ جامیؒ کو میرے روضہ پر بالکل نہ آنے دینا۔

جب اس نے یہ حکم سنا تو اس نے اپنے آدمی دوڑائے جو مولانا جامیؒ کو مدینہ منورہ کے راستے سے پکڑ کر لے آئے اور امیر مکہ نے مولانا جامیؒ کو جیل میں بند کر دیا۔

تیسری مرتبہ پھر امیر مکہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جامیؒ کوئی مجرم نہیں ہے بلکہ ہم اس لئے اسے اپنے روضہ پر آنے سے روکتے رہے کہ اس نے کچھ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

جن کو وہ میری قبر انور پر کھڑے ہو کر پڑھنا چاہتا ہے۔ اگر یہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا اور میری قبر انور پر حاضر ہو کر اس نے یہ اشعار پڑھ لئے تو مجھے قبر انور سے باہر ہاتھ نکال کر جامیؒ سے مصافحہ کرنا پڑے گا۔

لہٰذا اسے ہر حال میں روکو۔ پھر امیر مکہ نے آپؒ کو قید خانے سے نکالا اور بڑی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آیا۔

پھر امیر مکہ نے مولانا جامیؒ سے پوچھا آخر وہ کون سی نعت ہے جو آپ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سنانا چاہتے ہیں۔

مولانا جامیؒ نے روتے ہوئے یہ چند اشعار پڑھے۔

تنم فرسودہ جاں پارہ، زہجراں، یا رسول اللہ
دلم پژمردہ آوارہ، زعصیاں، یا رسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جدائی میں میرا جسم بے کار اور جاں پارہ پارہ ہو گئی ہے۔

گناہوں کی وجہ سے دل نیم مردہ اور آوارہ ہو گیا ہے۔

چوں سوئے من گزر آری، من مسکیں زنا داری
فدائے نقش نعلینت، کنم جاں، یا رسول اللہ

یارسول اللہ اگر کبھی آپ میرے جانب قدم رنجہ فرمائیں تو میں غریب و ناتواں

آپ کی جوتیوں کے نشان پر جان قربان کر دوں۔

زکردہ خویش حیرانم، سیہ شد روز عصیانم
پشیمانم، پشیمانم، پشیماں، یارسول اللہ

میں اپنے کیے پر حیران ہوں اور گناہوں سے سیاہ ہو چکا ہوں۔

پشیمانی اور شرمندگی سے پانی پانی ہو رہا ہوں یارسول اللہؐ

چوں بازوئے شفاعت را، کشائی بر گنہ گاراں
مکن محروم جامی را، دراں، یا رسول اللہ

روز محشر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کا بازو گناہ گاروں کے لیے کھولیں گے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت جامیؒ کو محروم نہ رکھیے گا۔

فداک امی وابی یا سیدی یا مرشدی یا رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

جہاں روشن است از جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دلم زندہ شد از وصال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تمام جہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی روشنی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی وجہ سے میرا دل زندہ ہو گیا ہے۔

خوشا مجلس و مسجد و خانقاہ
کہ در وے بود قیل و قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کتنی حسین ہو گی وہ محفل وہ مسجدؐ اور خانقاہ

جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قیل و قال کا بیان ہو یعنی کہ گفتگو ہو۔

یہ وصف رخش والضحےٰ گشت نازل
چو واللیل شد زلف و خال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی تعریف میں سورہ والضحیٰ نازل ہوئی۔

اسی طرح سورہ واللیل تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خال (تل) مبارک کی تعریف میں ہے۔

بروئے زمین گشت سردار عالم
ہر آنکس کہ شد پامال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روئے زمین پر وہ شخص پوری دنیا کا سردار بن گیا۔

جس نے اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خاک جانا اور غلامی اختیار کی۔

بجنت ہمہ حوریاں کرد نعرہ
بوقت شنیدن وصال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جنت کی تمام حوروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا معلوم ہوا

تو حوروں نے اس وصال کی خوشی کا بے پایاں اظہار کیا۔

شود پاک معصوم کلی گنہگار
کہ در خواب بیند جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

انتہائی سیاہ کار اور بدکار شخص بھی پاک اور معصوم ہو جاتا ہے۔

اگر اسے خواب میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار عطا ہو جائے

☆......☆......☆

"نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔
(سنن نسائی۔ حدیث نمبر:1012۔ جلد20)

حدیث کہانی

صدف جاوید

دوپہر شام میں ڈھل چکی تھی۔ مؤذن کی صدا نماز عصر کی دعوت دے رہی تھی۔

"سادیہ......" صفیہ بانو نے بیٹی کو پکارا۔ لیکن جواب ندارد۔

"سادیہ اب بستر کی جان چھوڑ دو، عصر کا وقت ہو چکا ہے"۔

ایک بار پھر انہوں نے آواز دی۔ مگر پھر بھی خاموشی چھائی رہی۔ آکر کمرے میں دیکھا تو وہ کانوں کو ہینڈ فری لگائے کسی اور ہی دنیا میں گم تھی۔

بولیں۔

"اس دن ہمانے بلایا تھا اور اب مجھے اس سے ضروری کام ہے"۔

"بھئی ایسا بھی کیا کام آ پڑا جو تم نماز چھوڑ کر جانے کے لیے تیار ہو رہی ہو"۔ انہوں نے پوچھا۔

"او ہو امی ابھی جانے دیں۔ واپسی پر بتا دوں گی"۔ یہ کہہ کر وہ یہ جا وہ جا۔

☆☆☆

اتنی دیر میں اذان مغرب شروع ہو چکی تھی۔ نماز کی ادائیگی کرتے ہوئے جب اس نے سجدے میں سر رکھا تو غم سے سلگتی نگاہیں یک دم ٹھنڈی ہو گئیں۔ ایک سکون ان میں اتر آیا اور غم زدہ دل کی بے چینی اطمینان میں بدل گئی۔ تب اسے کورس میں پڑھی حدیث یاد آئی۔

"نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔

"خدایا! تو کتنا رحیم و کریم ہے۔ عبادت کو دکھ سے نجات کا ذریعہ بنا دیا"۔

شکر گزاری بن کر نگاہوں میں اتر آیا۔

"میری کوتاہیاں اور نادانیاں بخش دے۔ کسی حال میں بھی اب نماز سے غفلت نہیں کروں گی"۔ وہ دعا مانگ رہی تھی۔

☆☆☆

سادیہ کی آواز سن کر وہ چونک گئی......

ٹھنڈک

"جب یہ کان پر لگا ہوگا تو کوئی آواز کب سنائی دے گی"۔ ہینڈ فری اس کے کان سے جدا کرتے ہوئے انہوں نے سرزنش کی۔

"نماز ادا کر کے کمرے سے باہر آؤ اور شام کی چائے کی تیاری کرو"۔ تنبیہ کرتے ہوئے وہ مزید گویا ہوئیں۔

"آ رہی ہوں"۔ اس نے سستی سے کہا۔

"امی جان! میں ہما کے گھر جا رہی ہوں"۔ تھوڑی دیر بعد وہ آ کر اپنی امی سے بولی۔

"ارے! اس دن پہلے ہی تم وہاں گئی تھی"۔ وہ ناراضگی سے

"اس لڑکی کو کہیں آنے جانے کی ذرا بھی تمیز نہیں۔ جب دیکھو منہ اٹھائے چلی آتی ہے"۔ سادیہ بولی۔

اس وقت وہ اپنی کزنز مہمانوں کے ساتھ مصروف تھی۔ جب ملازمہ نے اس کے آنے کی خبر دی۔ ایسے موقعے پر سادیہ کا آنا اسے ناگوار گزرا۔

اندر آتے ہوئے سادیہ کی بات اس نے سن لی تھی۔ الفاظ تھے یا انگارے جو سادیہ کی آنکھوں میں دکھ کے شعلے بن کر جلنے لگے۔ رنج و تکلیف کا احساس لیے وہ الٹے قدموں گھر آ گئی۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج میں یوم قائداعظمؒ پر تقریب

گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں یوم قائداعظمؒ کے حوالے سے تقریب کا انعقاد زیر صدارت پرنسپل پروفیسر طاہر جاوید کیا گیا۔ نظامت کے فرائض پروفیسر زاہد اعوان نے انجام دیے۔ تلاوت و نعت کے بعد طلبا فرحان احمد، دانیال عباس جبکہ اساتذہ پروفیسر محمد سلیم چودھری، پروفیسر سرفراز علی، وائس پرنسپل پروفیسر عباد نبیل نے قائداعظمؒ کی شخصیت و کردار پر روشنی ڈالی۔

پرنسپل طاہر جاوید نے اپنے صدارتی خطبے میں کہا کہ قائداعظمؒ کا اسلامیہ کالج کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ تھا۔ اس کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ 1940ء سے 1946ء تک قائداعظمؒ پندرہ مرتبہ لاہور تشریف لائے اور گیارہ مرتبہ اسلامیہ کالج کو اپنی آمد کا اعزاز بخشا۔ قائداعظمؒ طلباء کی سیاست میں شمولیت کے حق میں نہ تھے مگر اسلامیہ کالج کے طلبہ کا جوش و خروش اور ولولہ دیکھ کر انہیں تحریک پاکستان میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ جس کا نتیجہ نکلا کہ طلبا نے پنجاب کے کونے کونے میں پھیل کر لوگوں میں سیاسی شعور بیدار کیا۔ 1946ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی کامیابی کی وجہ یہی تھی۔ تقریب کے اختتام پر پروفیسر ڈاکٹر سلطان سکندر نے بانی پاکستان محمد علی جناح کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی۔

☆☆☆

وزیراعظم کے مشیر برائے سیاسی و عوامی امور قومی ورثہ و ثقافت ڈویژن انجینئر امیر مقام اکادمی ادبیات پاکستان کے دورے کے موقع پر اظہار خیال کر رہے ہیں۔ وفاقی سیکرٹری قومی ورثہ و ثقافت ڈویژن فارینہ مظہر، چیئرمین اکادمی ڈاکٹر یوسف خشک اور عاصم بٹ بھی تشریف فرما ہیں۔

گورنر پنجاب بلیغ الرحمن یونیک گروپ آف انسٹی ٹیوشنز کی طالبہ صباء ثاقب کو لاہور بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کرنے پر چیئرمین گروپ کی طرف سے پانچ لاکھ روپے کا چیک دے رہے ہیں۔ حنیف اشرف صدیقی، پروفیسر امجد علی خان، پروفیسر عبدالمنان وسیم، انور چوہدری، پروفیسر ریاض الحق اور صباء ثاقب کی والدہ بھی ہمراہ ہیں۔

ہلال احمر میں سکول سیفٹی پروگرام کی اختتامی تقریب اور تقسیم انعامات کے موقع پر ڈاکٹر شوکت علی، محبوب قادر شاہ، سیکرٹری ہلال احمر محمد زاہد، فوزیہ سعید، مس ورود افتخار، ہلال احمر سٹاف، اساتذہ کرام اور رضا کار مہمان خصوصی جسٹس ریٹائرڈ شیخ احمد فاروق صاحب کے ہمراہ

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر

ہونہار ایمان فاطمہ کا اعزاز

نوائے وقت مارکیٹنگ ایگزیکٹو شیخ عابد ریاض کی بیٹی ایمان فاطمہ نے لاہور بورڈ سے میٹرک کے امتحان میں 1100 میں سے 1080 نمبر حاصل کر کے کوئین میری سکول میں ٹاپ پوزیشن حاصل کی اور A+ گریڈ حاصل کیا۔ ایمان فاطمہ نے اس سے قبل نویں جماعت کے سالانہ امتحان میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔

پاکستانی حذیفہ ابراہیم نے جونیئر سکواش چیمپئن شپ جیت لی

پاکستان کے حذیفہ ابراہیم نے جونیئر سکواش چیمپئن شپ جیت لی۔ چیمپئن شپ میں آٹھ ممالک کے کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ حذیفہ ابراہیم نے فائنل میں سری لنکا نژاد امریکی کھلاڑی رینتھ سری داتو کو 8-11، 9-11 اور 10-12 سے ہرایا۔ سیمی فائنل میں امریکی اور کوارٹر فائنل میں کینیڈا کے کھلاڑی کو شکست دی۔ حذیفہ ابراہیم کا یہ سال کا تیسرا اور مجموعی طور پر 30 واں انٹرنیشنل ٹائٹل ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر عبدالرحمٰن عثمانی ایڈیٹر "پھول" محمد شعیب مرزا کو آرٹس کونسل کا سہ ماہی مجلہ "الحمرا" پیش کر رہے ہیں۔ بانی چیئرمین ٹرسٹ عبدالکریم ثاقب بھی ہمراہ ہیں۔

صاحبزادہ حافظ محمد احسن حنیفہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ ابرار حضرت میاں صاحب کو شریف (منڈی بہاؤالدین) عرس حضرت داتا گنج بخشؒ کے موقع پر محفل نعت میں شریک ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر حسین سید پرنسپل گورنمنٹ گریجویٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور، میاں محمد اسلم اقبال وزیر بلدیات، صنعت و تجارت، حکومت پنجاب کو کتاب پیش کر رہے ہیں۔ دونوں کے استاد پروفیسر جمیل علی زیدی بھی ہمراہ ہیں۔

11 سالہ پاکستانی عائشہ نے انٹرنیشنل تائیکوانڈو چیمپئن شپ میں گولڈ سلور میڈل جیت لیا

سوات سے تعلق رکھنے والی 11 سالہ عائشہ ایاز نے تھائی لینڈ میں ہونے والی انٹرنیشنل تائیکوانڈو چیمپئن شپ میں گولڈ میڈل اور ایک سلور میڈل جیت لیا ہے۔ عائشہ ایاز 2 گولڈ، ایک سلور اور ایک برونز میڈل جیتنے والی پہلی فی میل پاکستانی بن گئی ہیں۔ عائشہ ایاز نے پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں کی خبریں سن کر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنے بہن بھائیوں کیساتھ اس مصیبت کے وقت کھڑی ہوں، اور پچاس ہزار روپے ریلیف فنڈ میں عطیہ کرتی ہوں۔ عائشہ ایاز نے اپنا گولڈ میڈل ڈی سی سوات جنید خان کے نام، اور سلور میڈل وزیر کھیل عاطف خان کے نام کر دیا۔ عائشہ ایاز پاکستان کے ہونہار کھلاڑی اور کوچ ایاز نائک کی بیٹی ہے۔

ایگزیکٹو ڈائریکٹر الحمرا رفیع اللہ، بچوں کے کھیل "جن اور جادوگر" کے فنکاروں شعیب پاشا کے ہمراہ گروپ فوٹو، پروفیسر ناصر بشیر بھی ہمراہ ہیں۔

وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی کی طرف سے 90 شاہراہ قائد اعظم لاہور پر صحافیوں کے اعزاز میں منعقدہ تقریب میں محمد شعیب مرزا، شیر افضل بٹ، مجیب چوہدری اور دیگر صحافیوں کا گروپ فوٹو

بزرگ ادیب ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی کا انتقال

تحریک پاکستان کے کارکن اور "پھول" کے مستقل لکھاری ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی 22 ستمبر کو انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 94 برس تھی۔ 23 ستمبر کو شورکوٹ جھنگ میں ان کی نماز جنازہ اور تدفین ہوئی۔ وہ "پھول" کے لیے آخر دم تک لکھتے رہے۔ وہ ہر ماہ دو تین تحریریں بھجواتے تھے۔ ہاتھوں میں لرزش کے باوجود ان کی تحریریں مستقل موصول ہوتی تھیں۔ وہ "پھول" اور اکادمی ادبیات کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں علالت کے باوجود شرکت کرتے تھے اور ان کو خصوصی ایوارڈ بھی دیے جاتے تھے۔ ایڈیٹر "پھول" محمد شعیب مرزا، پھول سٹاف، پھول لکھاریوں اور ملک بھر کے ادیبوں نے ان کے انتقال پر گہرے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت کی دعا کی ہے۔ تمام قارئین سے گزارش ہے کہ فاتحہ خوانی کر کے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کریں۔

علم دوستی: چارسدہ میں بچے سیلاب میں بھیگی کتابیں سکھانے کے لیے پانی میں ادبی چارپائی پر کھڑا ہے۔

قانتہ رابعہ

مدیحہ نے کلاس میں بلند آواز سے بتانا شروع کیا تو......

واپسی

عرفی اسے ویسے ہی پسند نہیں تھی ہر وقت ہر لڑکی کا مذاق اڑانے میں لگی رہتی۔ جب تفریح کا پیریڈ ہوتا تو کلاس کی ہر لڑکی کے لنچ باکس میں تانکا جھانکی کرتی۔ آلو کا پراٹھا، پودینے کی چٹنی کے ساتھ اسے بہت پسند تھا۔ جس کے لنچ باکس میں پایا جاتا وہ بغیر دعوت کے شامل ہو جاتی۔ کھیل کھیل میں مار کٹائی سے بھی باز نہ آتی۔ گھر والے سمجھاتے تھے یا نہیں، یہ تو نہیں معلوم مگر کلاس کی انچارج ٹیچر بہت سمجھاتیں، کبھی ڈانٹ سے کبھی پیار سے، سمجھانے کا اثر ہوتا تھا مگر دو چار دنوں کے لیے!

خوبیاں بھی لازمی ہوں گی عرفی میں۔ لیکن وہی بات جب خامیاں دوسروں کو دکھ دینے والی ہوں تو خوبیاں کون دیکھتا ہے؟!

ماہم، فضہ، عمیرہ نے بھی اب تو عرفی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔ ضروری کام ہوتا تو بات کرتیں ورنہ بس دور دور ہی رہنے لگیں۔ عرفی کو اس کی قطعاً پروا نہیں تھی کہ کون ناراض ہوا ہے اور کون نہیں۔ ان چاروں کے گروپ میں عرفی کے زیادہ قریب ماہم تھی۔ ایک تو تعلق محلہ داری کا تھا ایک ہی گلی میں رہتی تھیں۔ دوسرا تعلق یہ تھا کہ دونوں کے والد ڈاکٹر تھے اور بہت اچھے دوست تھے۔ تیسرا تعلق یہ تھا کہ ان کے گھر میں مادری زبان یعنی سرائیکی بولی جاتی۔ اسے عرفی سے دلی ہمدردی تھی کیسے اس کو سمجھایا جائے کئی مرتبہ اس نے عرفی کو ہلکے پھلکے انداز میں سمجھایا بھی کہ دوسروں کا مذاق اڑانا، ان کی چیزوں میں زبردستی کا حصہ دار بننا کہیں سے بھی اچھا کام نہیں مگر عرفی جس کان سے سنتی اسی سے نکال بھی دیتی۔

کبھی کبھار مس انجم اور مس فریدہ اسے سزا کے طور پر کھڑا کر دیتیں، وہ آنکھوں میں آنسو لاتی معذرت کر کے پھر دو نہیں تو تین دنوں میں وہی حرکتیں شروع کر دیتی، جوں جوں عمر بڑھتی جا رہی تھی اس کی یہ عادتیں مزید پکی ہوتی جا رہی تھیں۔

سوائے ماہم کے سب نے اس سے تعلق ختم کر دیا تھا۔ دن گزرتے گئے اور کلاسز بھی بڑی ہو گئیں۔ اب نالائق سے نالائق لڑکیاں بھی پڑھا کو دکھائی دینے کی کوشش میں تھیں۔

ماہم، عمیرہ اور فضہ نے بھی مل کر پڑھنے کا ٹائم ٹیبل بنالیا تھا۔ کلاس کی باقی بچیاں بھی اسی کوشش میں تھیں کہ کسی طرح سے سال بھر کی کمی دور کر لی جائے۔ تفریح کے پیریڈ میں بھی سب کتاب ہاتھ میں پکڑے مل مل کر پڑھ رہی ہوتی تھیں۔ کلاس نہم کے داخلے بھیجنے سے پہلے نہم کلاس کے سارے سیکشن کا گرینڈ ٹیسٹ تھا اور سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز نجمہ محبوب کے فرمان کے مطابق کوئی بھی اس ٹیسٹ میں ستر فیصد سے کم نمبر نہ لے ورنہ اس کا داخلہ روک لیا جائے گا۔

اور داخلہ روک لینا کوئی دھمکی نہ تھی بچ بچ وہ ایسے ہی کر گزرتی تھیں۔ اس سے پہلے ہر سال کئی کئی بچیوں کے نتائج ستر فیصد سے کم ہونے کی وجہ سے ان کو امتحان دینے کے اہل نہیں سمجھا گیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ان کے سکول کا پچھلے تیرہ سال سے سو فیصد رزلٹ ہوتا تھا۔ ان کے سکول کی بہترین کارکردگی پر پورے شہر میں مبارکباد کے پیغامات ان کی سخت محنت کے گواہ تھے۔

کرونا کی وجہ سے کچھ نکمی لڑکیاں مزید نکمی ہو چکی تھیں۔ انہی میں سے ایک عرفی تھی۔ ہر وقت ہنسی مذاق، دوسروں کی نقلیں اتارنے والی عرفی! داخلہ کے لیے جوں جوں گرینڈ ٹیسٹ کی تاریخ قریب آ رہی تھی سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور تو اور عرفی بھی پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ تھوڑی سی مزید سنجیدہ ہوئی تو انکشاف ہوا کہ اسے تو نئے نصاب میں بہت سی چیزوں کے بارے میں معلوم ہی نہیں۔

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ کس کلاس فیلو سے مدد لے مس شہزادی نے اس کی مشکل آسان کر دی اور پہلے پیریڈ میں ساری لڑکیوں کو ہدایت کی کہ دو دو یا تین تین کے گروپ بنا کر تیاری کریں اور جو سمجھ میں نہیں آتا وہ ہم اساتذہ سے راہنمائی لے لیں۔

مس شہزادی کی بات سنتے ہی عرفی نے سکون کا سانس لیا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہ کس لڑکی کے ساتھ مل کر مطالعہ کرے جونہی مس ایک لڑکی کا رجسٹر سے نام لیتیں دوسری فوری ہاتھ بلند کر لیتی۔ دیکھتے ہی دیکھتے جھٹ پٹ ساری لڑکیوں نے اپنی اپنی ساتھی کو منتخب بھی کر لیا۔ اب کلاس میں صرف عرفی اور مدیحہ صفدر باقی تھیں۔ مدیحہ صفدر ٹائیفائڈ کی وجہ سے پچھلے دو ہفتوں سے چھٹی پر تھی اور ہونق بنی سب کو دیکھ رہی تھی۔

مس شہزادی نے مدیحہ صفدر سے کہا کہ "آپ عرفی کے ساتھ بیٹھ کر مطالعہ کریں"۔

ایک دو لمحے کی خاموشی کے بعد مدیحہ صفدر کی تیز تیکھی آواز کمرے میں گونجی: ”نہیں مس سورج اہمیں عرفی کے ساتھ پڑھنے سے کہیں بہتر اکیلے پڑھنا پسند کروں گی“۔

مس کے ”کیوں“ کے جواب میں اس نے بہت دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

مس میں رکشہ پر دو تین مرتبہ اس کے ساتھ گھر گئی ہوں۔ سارے راستے یہ کسی بچی، کسی استانی یا کسی نہ کسی ملازم کی نقل اتارتی رہی، کچھ عرصہ میں چپ رہی پھر میں نے سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے مجھے نام بگاڑ کر مجھے مخاطب کیا اور مجھے مس منزہ کی چچی کہا، پھر ان کی بھی نقلیں اتارنے میں مصروف ہوگئی، مس شاید اسے نہیں معلوم کہ مس منزہ میری سگی خالہ ہیں اور ماں کے بعد خالہ ہی تو ہوتی ہے بھلا کوئی ماں کی یا ماں جیسوں کی توہین یا نقل برداشت کرسکتا ہے؟ نہیں ناں، سوری میں اس کے ساتھ پڑھنے سے قبل ہونا قبول کروں گی“۔ زہریلی نظروں سے عرفی کو دیکھتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گئی اور عرفی کے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، والا معاملہ تھا اسے علم ہی نہیں تھا کہ مذاق مذاق میں دوسروں کو ہنسانا اذیت کا باعث بھی بن جاتا ہے۔ انسان خوشی کے لمحات بھول جاتا ہے لیکن دکھ اور اذیت کے نہیں۔

کلاس کی باقی لڑکیاں بھی عرفی کو ملامت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ اس وقت عرفی کو یوں محسوس ہوا جیسے پوری روئے زمین لق و دق صحرا کی مانند ہے اور اس میں عرفی اکیلی، بالکل تنہا ہے سب اپنے پرائے اسے چھوڑ کر دور جا چکے ہیں۔

اسے شرمندگی اور ندامت سے وہاں کھڑے ہونا محال تھا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے آنسو دیکھ کر سترلڑکیوں میں سے بس ماہم اس کی طرف آئی اسے پیار سے گلے لگایا اور نرمی سے بولی:

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے نا کہ وہ مسلمان نہیں، جس کے ہاتھ یا زبان کے شر سے دوسرے محفوظ نہ ہوں اور خود اللہ پاک نے بھی کیسے دوسروں کا مذاق اڑانے، ان کے برے نام لینے سے منع فرمایا ہے، تم نے اسلامیات کی مس نورالھدیٰ سے سنا نہیں تھا۔ سورہ الحجرات کی آیت کی تفسیر بتاتے ہوئے، انہوں نے کیسے ہمیں جھنجھوڑا تھا اور حدیث کی کتاب ریاض الصالحین سے اس کی شرح بھی بتاتے ہوئے رو پڑی تھیں۔ عرفی بہنا ہماری نمازیں کس کام کی اگر ہم دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھیں۔ پتہ نہیں اللہ کی نظر میں کون بڑا ہے کون چھوٹا۔

عرفی اس کے گلے سے لگی بس روئے جا رہی تھی، روئے جا رہی تھی۔ اس نے صرف ایک بات نہ ماننے کا مزہ بری طرح سے چکھ لیا تھا۔ اللہ نہ کرے اب ساری زندگی میں ان کی مزید نافرمانی کروں، چپکے چپکے درود پڑھتے وہ معصوم سے بچے کی طرح انگلی پکڑے ماہم کے ساتھ چل دی۔ بس شیطان کا منہ بن گیا تھا۔ اس کا موڈ بھی یقیناً خراب ہو چکا تھا ایک شکار ہاتھ سے محض دو تین آنسوؤں کی وجہ سے نکل گیا تھا۔

☆......☆......☆

اور بیشک آپ ﷺ اخلاق کے بلندترین درجہ پر ہیں

ایک غریب دیہاتی بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انگوروں سے بھری ایک رکابی کا تحفہ پیش کرنے کیلئے حاضر ہوا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکابی لی، اور انگور کھانے شروع کئے۔

پہلا دانہ تناول فرمایا اور مسکرائے۔ اس کے بعد دوسرا دانہ کھایا اور پھر مسکرائے۔ اور وہ بیچارہ غریب دیہاتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسکراتا دیکھ دیکھ کر خوشی سے نہال۔

صحابہ سارے منتظر، خلاف عادت کام جو ہو رہا ہے کہ ہدیہ آیا ہے اور انہیں حصہ نہیں مل رہا۔

رسول علیہ السلام، انگوروں کا ایک ایک دانہ کرکے کھا رہے ہیں اور مسکراتے جا رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوروں سے بھری پوری رکابی ختم کردی۔

اور آج صحابہ سارے متعجب!

غریب دیہاتی کی تو عید ہوگئی تھی۔ خوشی سے دیوانہ...... خالی رکابی لے واپس چلا گیا۔

صحابہ رہ سکے...... ایک صحابیؓ نے پوچھ ہی لیا۔

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں شامل ہی نہیں کیا؟“۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: ”تم لوگوں نے دیکھی تھی اس غریب کی خوشی؟۔ میں نے جب انگور چکھے...... تو پتہ چلا کہ کھٹے ہیں۔ مجھے لگا کہ اگر تمہارے ساتھ یہ تقسیم کرتا ہوں تو ہو سکتا ہے تم میں سے کسی سے کچھ ایسی بات یا علامت ظاہر ہو جائے، جو اس غریب کی خوشی کو خراب کر کے رکھ دے“۔

☆......☆......☆

سیلاب سے متاثرہ اوستہ محمد خیمہ بستی میں پیدا ہونے والی بچی مریم کے لیے

منجانب: ساجدہ حنیف۔ نیڈل آرٹسٹ۔ لاہور

سارے طالب علم جواب دے رہے تھے کہ......

میں کیا بنوں گا؟

انتخاب: ضیاء شاہد

میں ایک دوسرے ٹیچر کی جگہ کلاس لینے چلا گیا۔ تھکن کے باوجود کامیابی کے موضوع پر طلبا کو لیکچر دیا اور پھر ہر ایک سے سوال کیا۔

ہاں جی تم نے کیا بننا ہے؟۔ آپ کیا ہو گے؟۔ آپ کا کیا ارادہ ہے کیا منزل ہے؟۔

سب طلباء کے ملتے جلتے جواب۔

ڈاکٹر، انجینئر، پولیس، فوجی، بزنس مین۔

لیکن اپنے لیکچر کے بعد یہ میرا معمول کا سوال تھا اور بچوں کے معمول کے جواب۔ جن کو سننا کانوں کو بھلا اور دل کو خوشگوار لگتا تھا۔ لیکن ایک جواب آج بھی دوبارہ سننے کو نہ ملا۔ کان تو اس کو سننے کے متلاشی تھے ہی مگر روح بھی بے چین تھی۔ عینک لگا کر بیٹھا خاموش گم سم بچہ جس کو میں نے بلند آواز سے پکار کر اس کی سوچوں کا تسلسل توڑا۔

"ارے میرے شہزادے آپ نے کیا بننا ہے۔ آپ بھی بتاؤ۔ کیا آپ سر تبسم سے ناراض ہیں؟"۔

بچہ آہستہ سے کھڑا ہوا اور کہا "سر میں نور الدین زنگی بنوں گا"۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور کلاس کے دیگر بچے ہنسنے لگے۔ اس کی آواز گویا میرا کلیجہ چیر گئی ہو۔ روح میں ارتعاش پیدا کر دیا۔

پھر پوچھا "بیٹا آپ کیا ہو گے؟"۔

"سر میں نور الدین زنگی بادشاہ بنوں گا"۔ ادھر اس کا جواب دینا تھا ادھر میری روح بے چین ہو گئی جیسے اسی جذبے کی اسی آواز کی تلاش میں اس شعبہ تدریس کو اپنایا ہو۔

"بیٹا آپ ڈاکٹر، فوجی یا انجینئر کیوں نہیں ہو گے"۔

"سر امی نے بتایا ہے کہ اگر میں نور الدین زنگی بنوں گا تو مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہو گا۔ جو لوگ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ ان کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بچے کی آواز بلند اور لہجے میں تلخی آ رہی تھی۔

اس کی باتیں سن کر میرا جسم پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ ادھر کلاس کے اختتام کی گھنٹی بجی اور میں روتا ہوا باہر آیا۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ آج ماؤں نے نور الدین زنگی پیدا کرنے چھوڑ دیے ہیں اور اساتذہ نے نور الدین زنگی بنانا چھوڑ دیے ہیں۔

میں اس دن سے آج تا دم تحریر اپنے طلباء میں پھر سے وہ نور الدین زنگی تلاش کر رہا ہوں۔ کیا آپ جانتے ہیں وہ کون ہے؟۔ اس ماں نے اپنے بیٹے کو کس نور الدین زنگی کا تعارف کروایا ہو گا۔ یہ واقعہ پڑھیے اور اپنے بچوں میں سے ایک مرد نور الدین زنگی قوم کو دیجیے۔

ایک رات سلطان نور الدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے کہ اچانک اٹھ بیٹھے۔ اور نم آنکھوں سے فرمایا "میرے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون ستا رہا ہے"۔ آپ اس خواب کے بارے میں سوچ رہے تھے جو مسلسل تین دن سے انہیں آ رہا تھا اور آج پھر چند لمحوں پہلے انہیں آیا۔ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو افراد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مجھے ستا رہے ہیں۔

اب سلطان کو قرار کہاں تھا۔ انہوں نے چند ساتھی اور سپاہی لے کر دمشق سے مدینہ جانے کا ارادہ فرمایا۔

آپ نے بغیر آرام کیے دمشق سے مدینہ کا راستہ طے کیا۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے مدینہ آنے اور جانے کے تمام راستے بند کروا دیے اور تمام خاص و عام کو اپنے ساتھ کھانے پر بلایا۔ اب لوگ آ رہے تھے اور جا رہے تھے، آپ ہر چہرہ دیکھتے مگر آپ کو وہ چہرے نظر نہ آئے۔ اب سلطان کو فکر لاحق ہوئی اور آپ نے مدینے کے حاکم سے فرمایا کہ کیا کوئی ایسا ہے جو اس دعوت میں شریک نہیں۔

جواب ملا کہ مدینے میں رہنے والوں میں سے تو کوئی نہیں مگر دو مغربی زائر ہیں جو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ایک مکان میں رہتے ہیں۔ تمام دن عبادت کرتے ہیں اور شام کو جنت البقیع میں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں، جو عرصہ دراز سے مدینہ میں مقیم ہیں۔

سلطان نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، دونوں زائر بظاہر بہت عبادت گزار لگتے تھے۔ ان کے گھر میں تھا ہی کیا ایک چٹائی اور دو چار ضرورت کی اشیاء کہ یکدم سلطان کو چٹائی کے نیچے کا فرش لرزتا محسوس ہوا۔ آپ نے چٹائی ہٹا کے دیکھا تو وہاں ایک سرنگ تھی۔ آپ نے اپنے سپاہی کو سرنگ میں اترنے کا حکم دیا۔ وہ سرنگ میں داخل ہوئے اور واپس آ کر بتایا کہ یہ سرنگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف جاتی ہے۔ یہ سن کر سلطان کے چہرے پر غیظ و غضب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ نے دونوں زائرین سے پوچھا کہ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟۔

حیل و حجت کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ یہودی ہیں اور اپنے قوم کی طرف سے تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کو چوری کرنے پر مامور کیے گئے ہیں۔

سلطان یہ سن کر رونے لگے۔ اسی وقت ان دونوں کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ سلطان روتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ:

"میرا نصیب کہ پوری دنیا میں سے اس خدمت کے لئے اس غلام کو چنا گیا"۔ اس ناپاک سازش کے بعد ضروری تھا کہ ایسی تمام سازشوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کیا جائے۔ سلطان نے معمار بلائے اور قبر اقدس کے چاروں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ سلطان کے حکم سے اس خندق میں پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا گیا۔ بعض کے نزدیک سلطان کو سرنگ میں داخل ہو کر قبر انور پر حاضر ہو کر قدمین شریفین کو چومنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

کیا آپ میں سے کوئی نور الدین زنگی بننے کی سعادت حاصل کرنا چاہے گا؟۔

☆......☆......☆

خود میرے نبی ﷺ نے
بات یہ بتا دی، لا نبی بعدی

مظفر وارثی مرحوم

خود میرے نبی ﷺ نے بات یہ بتا دی ، لا نبی بعدی
ہر زمانہ سن لے یہ نوائے ہادی ، لا نبی بعدی
لو لو اُن کا طاق میں ہوا جگمگانے والا
آخری شریعت کوئی آنے والی اور نہ لانے والا
لہجہ خدا میں آپ نے صدا دی، لا نبی بعدی
تھے اصول جتنے اُن کے ہر سخن میں ضم ہو گئے ہیں
دیں کے سارے رستے آپ تک پہنچ کر ختم ہو گئے ہیں
ذات حرف آخر ، بات انفرادی، لا نبی بعدی
ارتقائے عالم کر دیا خدا نے صرف نام اُن ﷺ کے
اُن کی خوش نصیبی جن کے ہیں وہ آقا ﷺ، جو غلام ان کے
گونجے وادی وادی آپ ﷺ کی منادی، لا نبی بعدی
اُن ﷺ کے بعد اُن کا مرتبہ کوئی بھی پائے گا نہ لوگو
ظلی یا بروزی اب کوئی پیغمبر آئے گا نہ لوگو
آپ ﷺ نے یہ کہہ کر مہر ہی لگا دی ، لا نبی بعدی

☆......☆......☆

ہمارے نبی ﷺ

شازیہ نگار نایاب۔ لاہور

جہانوں کے رہبر ہمارے نبی ﷺ ہیں
رسولوں کے سرور ہمارے نبی ﷺ ہیں
صحیفے کا زر ہم کو اُن ﷺ سے ملا ہے
عنایت کا در اُن ﷺ ہی سے تو کھلا ہے
جہاں سارا اُن ﷺ سے ہی روشن ہوا ہے
اماں سب کی اُن ﷺ کا ہی دامن ہوا ہے
بھٹک ہم رہے تھے کبھی تیرگی میں
ہمیں لے کے آئے وہ ﷺ یوں روشنی میں
ہدایت کا چشمہ ہمارے نبی ﷺ ہیں
صداقت کا رستہ ہمارے نبی ﷺ ہیں

☆......☆......☆

نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

تنویر پھول۔ امریکہ

میرے آقا ﷺ! آپ ختم الانبیاء، ختم الرسل ﷺ
سب سے بڑھ کر آپ کا ہے مرتبہ ختم الرسل ﷺ!
حشر تک سب انس و جاں کے رہنما ہیں آپ ہی
تاقیامت آپ کا ڈنکا بجا ختم الرسل ﷺ!
جو رسل ہیں، ان کو حاصل ہے مقامِ انبیاءؑ
آپ کو رب سے ملا رتبہ بڑا ختم الرسل ﷺ!
ہر نبی پائے رسالت، یہ نہیں ہے لازمی
ہم پہ یہ قرآن سے ظاہر ہوا ختم الرسل ﷺ!
آپ ختم الانبیاء ﷺ ہیں، آپ ختم الرسل ﷺ!
سب ہی ہوں گے آپ کے زیرِ لوا ختم الرسل ﷺ!
جو ہے ارحم، اس نے بھیجا رحمۃ للعالمین ﷺ
آپ ﷺ ہی لائے ہیں رحمت کی ردا ختم الرسل ﷺ!
آپ ﷺ جیسا یا نبی ﷺ! باحوصلہ کوئی نہیں
کون دے گا سنگ کے بدلے دعا ختم الرسل ﷺ!
"پھول" پر چشمِ کرم ہو، آپ ﷺ کا مداح ہے
وہ ثنا کرتا رہے صبح و مسا ختم الرسل ﷺ!

☆......☆......☆

قطعہ

وہ ختم الانبیاء ﷺ ہیں ، تاقیامت یہ شریعت ہے
نہیں ہے باز دروازہ رسالت یا نبوت کا
رسالت منصبِ اعلیٰ ، نبوت اس میں ہے شامل
پیمبر اب نہ آئے گا ، یہ ہے مفہوم آیت کا

(سورہ الاحزاب، آیت نمبر 40)

تنویر پھول۔ امریکہ

☆......☆......☆

ختم نبوت

سرور حسین نقشبندی۔ لاہور

آنکھوں کی چمک، دل کی ضیاء، ختم نبوت
صد شکر ہے ایمان مرا ختم نبوت
صدیقؓ نے تلوار اٹھا کر یہ بتایا
دین شہ والا کی بقاء، ختم نبوت
اک کھیل نہ جانیں اسے ارباب سیاست
ہے قبلہ گہ عشق و وفا ختم نبوت
ہر گھر میں ہیں ناموس رسالت کے سپاہی
ہر سمت سے اٹھے گی صدا، ختم نبوت
سرکار ﷺ کی عظمت کے کئی اور ہیں پہلو
لیکن ہے تری شان جدا ختم نبوت
دنیا میں بھی عشاق پہ جو سایہ فگن ہے
بن جائے گی محشر میں ردا ختم نبوت
وہ کافر و زندیق ہے جو اس کو نہ مانے
دراصل ہے مولا کی رضا ختم نبوت
تعمیر ہوا ہے جو عقیدت کی زمیں پر
اس قصر محبت کی بناء، ختم نبوت
تفہیم کھلی اس پہ ہی احکام خدا کی
جس جس پہ ترا راز کھلا ختم نبوت
ایمان کی بنیاد ہے سرور یہ عقیدہ
تجھ پہ ہو مری جان فدا، ختم نبوت

☆......☆......☆

نعتیہ اشعار

درود آپ ﷺ پر سلام آپ ﷺ پر
اترا خدا کا کلام آپ ﷺ پر
تاج ختم نبوت ملا آپ ﷺ کو
اور نبوت ہوئی اختتام آپ ﷺ پر

☆☆☆

گلستان نبوت کے پھول آخری
محمد ﷺ خدا کے رسول آخری

محمد طلحہ سہیل۔ لاہور

☆......☆......☆

ثناخواں ہے سارا زمانہ آپ ﷺ کا

(غیر مسلموں کا اظہار عقیدت)

مرتب: لبیقہ مرزا

پیشوائے دین اسلام

''پیشوائے دین اسلام، محمد (ﷺ) کی زندگی دنیا کے بے شمار قیمتی اسباق پڑھاتی ہے، آپ (ﷺ) کا ہر عمل اور آپ (ﷺ) کی زندگی کا ہر پہلو دنیا کے لئے ایک بہترین سبق ہے بشرطیکہ کوئی دیکھنے والی آنکھ، سوچنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل رکھتا ہو۔

میں دنیا کے مذاہب کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، میں نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہے، بانی اسلام (ﷺ) نے اعلیٰ اخلاق کی پاکیزہ تعلیم دی ہے، انہوں نے انسانوں کو سچائی کا راستہ دکھایا اور برابری کی تعلیم دی ہے، میں نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھا ہے اس میں مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے مفید باتیں اور ہدایتیں ہیں۔''

(مہاتما ستیہ وہاری)

☆☆☆

حقیقی معجزہ

محمد (ﷺ) کا خلوص جو صداقت الٰہی پر استوار تھا، اپنے مذہب اور دین کی صداقت پر خلوص اور ایمان محمد (ﷺ) کی سب سے بڑی متاع تھی۔ اس پر خلوص دینی صداقت کا اظہار ان (ﷺ) کے ہر عمل میں ظاہر ہوا اور زندگی کے ہر مرحلے میں وہ (ﷺ) دینی صداقت کا مظہر بنے رہے۔

اسلام کی اشاعت میں جہاں ان (ﷺ) کی جنگی صلاحیتوں کا بڑا دخل تھا، وہاں ایک مصلح اور حکمران کی حیثیت سے بھی انہوں (ﷺ) نے حقیقی معنوں میں اسلام کو فروغ دیا۔ ایک ایسا انقلاب آیا کہ قدیم عرب کی ہر رسم بدل گئی۔ انتقام اور بدلے کی جگہ عدل و انصاف نے لے لی۔ کسی ملزم کو اپنی صفائی پیش کیے بغیر کوئی سزا نہیں دی جا سکتی تھی۔ عرب جیسے ملک میں یہ انقلاب دراصل محمد (ﷺ) کا حقیقی معجزہ تھا۔

(بے ڈیون پورٹ)

☆☆☆

پیغمبر اسلام (ﷺ) کی شخصیت

''جو بھی پیغمبر اسلام (ﷺ) سے ملا، اس نے آپ (ﷺ) کے بارے میں یہی کہا کہ آپ (ﷺ) بہت ہی محبوب و محترم شخصیت ہیں۔ آپ (ﷺ) ہمیشہ اللہ سبحانہ کا ذکر کرتے رہتے۔ آپ (ﷺ) نے اپنی پوری عمر عدل انسانی کو قائم کرنے میں گزاری۔ صرف آپ (ﷺ) کے دوست ہی آپ (ﷺ) سے متاثر نہیں تھے بلکہ آپ (ﷺ) کے دشمنوں کے دلوں میں بھی آپ (ﷺ) کے لیے احترام و عقیدت ہی کے جذبات تھے۔

(جرمن مستشرق روڈولف پکل)

☆☆☆

عظیم جرنیل ﷺ

محمد (ﷺ) ایسے سپہ سالار اور جرنیل تھے جو فوج کے آخر میں آنے والے سپاہی تک کا خیال رکھتے تھے، وہ کمزوروں اور لاغروں کا خاص رکھتے تھے۔

محمد (ﷺ) عظیم سپہ سالار اور شجاع تھے۔ اس کے باوجود آپ (ﷺ) کا اصل مشن اپنے دین کو فروغ دینا تھا۔ آپ (ﷺ) اسلام کی حکمرانی اور بالادستی قائم کرنا چاہتے تھے۔ جب آپ (ﷺ) حکمران بنے تو آپ (ﷺ) کی ازواج مطہرات بھی تھیں، صاحبزادیاں بھی تھیں اور عزیز و اقارب بھی، اس کے باوجود آپ (ﷺ) نے کسی کو بے جا نہیں نوازا۔ اپنے عزیزوں کو دوسروں پر ترجیح نہیں دی، کیوں کہ آپ (ﷺ) خدا کے دین کی بالادستی چاہتے تھے۔ اپنے خاندان کی برتری کا خیال بھی آپ (ﷺ) کے ذہن میں نہیں آسکتا تھا۔

(واشنگٹن ارونگ)

☆☆☆

قابل عزت و افتخار

''اے شہر مکہ کے رہنے والے! اور بزرگوں کی نسل سے (پیدا ہونے والے!) اے سارے جہاں کو غلامی کی ذلت سے نجات دلانے والے! دنیا آپ (ﷺ) پر فخر کر رہی ہے اور خدا کی اس نعمت پر شکر ادا کر رہی ہے، اے وہ کہ جس نے عالم کے لیے اسلام کی نعمت بخشی! تمام لوگوں کے قلوب کو متحد کر دیا اور خلوص کو اپنا شعار بنایا۔ اے وہ کہ جس نے اپنے دین میں (انما الاعمال بالنیات) ''اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔'' کی تعلیم دی! ہم آپ (ﷺ) کا بہت ہی شکریہ ادا کرتے ہیں اور احسان مند ہیں۔''

(از لائف آف دی ہولی پرافٹ۔ مصنفہ ڈاکٹر ولسن)

☆☆☆

تعلیمات کی خوبیاں

آپ (ﷺ) کی رحمت اور انسانیت بے کنار تھی۔ انسان تو اشرف المخلوقات ٹھہرا، نچلی سطح کی مخلوقات بھی آپ (ﷺ) کی ہمدردی، انسانیت اور توجہ کا مرکز بنی۔ آپ (ﷺ) نے منع فرمایا کہ پرندوں کو خرید کر یا پال کر انہیں نشانے کی مشق کے لیے ہدف نہ بنایا جائے۔ آپ (ﷺ) ان سے ناراض ہوتے جو اپنے اونٹوں پر سختی کرتے تھے۔ آپ (ﷺ) کے دل میں کائنات کی مخلوق کے لیے بے پایاں شفقت تھی۔ جب کوئی چیونٹی کے سوراخ کے قریب آگ جلاتا تو آپ (ﷺ) حکم دیتے کہ آگ فوراً بجھا دی جائے۔ چشم بد سے محفوظ رکھنے کے لیے ریوڑ کے ایک حصے کی آنکھیں اندھی کر دی جاتی

تھیں۔ بیل کی دم کے ساتھ مشعل باندھ کر اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا کہ اس طرح بارش ہونے لگے گی۔ یہ سارے من گھڑت تصورات ختم کر دیے۔

(سر آرنلڈ)

☆☆☆

اُجرت کا تعین

"کسی مزدور سے کوئی کام لینے سے پہلے اس کی اجرت طے کر لو۔"

یہ آواز محمد عربی (ﷺ) کی ہے۔ آجر اور اجیر کے درمیان آج کی اصطلاحوں میں جس معاہدے کا ذکر بڑی بڑی دستاویزات اور قانون کی کتابوں میں کیا جاتا ہے، ان سب معاہدوں میں ایک چیز کی کمی ہوتی ہے۔ وہ کمی ہے اخلاقی قدر کی...... محمد (ﷺ) نے جو اصول متعین کیا اس میں یہ اخلاقی قدر بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ہمیں محمد (ﷺ) کی آواز پھر سنائی دیتی ہے۔ "مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دو۔" آجر کو پھر اخلاقی قدر کے تحت جو دنیا کے کسی بھی قانون سے زیادہ مؤثر، زیادہ حقیقی اور زیادہ منصفانہ ہوتی ہے، تلقین کی جاتی ہے کہ وہ معاہدے کے مطابق مزدور کی اُجرت مزدور کے کام کی تکمیل کے فوراً بعد ادا کر دے۔

(جارج پی ہڈسن)

☆☆☆

صاحب خلق عظیم

"ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) ایک روشن چراغ تھے۔ رحمۃ للعالمین اور صاحب خلق عظیم تھے کہ ان کے اوصاف سے آخر ان کی کوشش بار آور اور سعی مشکور ہوئی۔

آنحضرت (ﷺ) کی صفات حمیدہ، فضائل حسن خلق عظیم، شرافت بلکہ منصب رسالت کا انکار بھی محال ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ وہ ایک عظیم الشان، ذی قدر اور بلند مرتبہ انسان تھے، مرسل تھے، مامور من اللہ تھے اور ان میں وہ الٰہی روشنی اور حقیقی نور تھا، جو دنیا میں آ کر ہر شخص کو منور کرتا ہے اور یہ کچھ ہمیں پر موقوف نہیں، بلکہ بیشتر غیر مسلم مصنفین باوجود مخالفت و دشمنی کے آپ (ﷺ) کی خوبیوں کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے صاف الفاظ میں ان کا مامور من اللہ اور رسول اللہ ہونا تسلیم کیا ہے۔"

(از قرآن السعدین ص 85، ص 48 مصنفہ مسیحی عالم بحوالہ حقانیت اسلام)

☆☆☆

شفقت و رحم دلی

"حضرت محمد صاحب (ﷺ) کو جتنا ستایا گیا، اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا۔ ایسی حالت میں کیوں نہ محمد صاحب (ﷺ) کی رحم دلی اور شفقت و مروت کی داد دوں، جنہوں نے خود تو ظلم و ستم کے پہاڑ اپنے سر پر اٹھا لیے، مگر اپنے ستانے والے اور دکھ دینے والوں کے حق میں دعائیں مانگیں اور طاقت و اقتدار حاصل ہو جانے پر بھی ان سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ محمد (ﷺ) کی زندگی پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی، بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو بغور دیکھتے اور سچائی کے اظہار کے لیے اپنے اندر کوئی جرأت و ہمت پاتے، تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے۔"

(بی ایس رندھاوا ہوشیار پوری)

☆☆☆

رحمت عالم (ﷺ)

ہم تک جتنی روایات اور شہادتیں پہنچی ہیں، سب ایک ہی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ محمد (ﷺ) دنیا کے تمام انسانوں سے محبت کرتے تھے، اس لیے انہیں رحمۃ للعالمین (ﷺ) بھی کہا جاتا ہے۔

دنیا میں کوئی مذہب ایسی سرعت اور تیزی سے نہیں پھیلا جتنا کہ اسلام۔ مغرب میں یہ قیاس پختہ ہو چکا تھا کہ اسلام کی اشاعت کے لیے تلوار استعمال کی گئی، لیکن آج کا کوئی عالم اور دانشور اس خیال کو تسلیم نہیں کرے گا۔ قرآن کی تعلیم اس کا ثبوت ہے کہ مذہب میں جبر گناہ ہے۔ محمد (ﷺ) کی پوری زندگی اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ دین اسلام، رضا و تسلیم کا مذہب ہے، جبر کا نہیں اور آپ (ﷺ) نے مذہب میں جبر کی اجازت نہیں دی۔

(جیمز اے مچز)

☆☆☆

سچے پیغمبر (ﷺ)

محمد (ﷺ) کی اپنی عظیم ذات اور شخصیت کی وجہ بے مثل کشش تھی کہ اسلام کے ابتدائی ایام میں ان (ﷺ) کے گرد ایسے اصحاب جمع ہو گئے جو کہ سب سے بہترین افراد تھے۔ محمد (ﷺ) کی زوجہ (مطہرہ) بی بی عائشہؓ کے قول کے مطابق "آپ (ﷺ) بے حد شرمیلے تھے۔" اس کے باوجود آپ (ﷺ) ایسے پرکشش اور پرخلوص دوست تھے کہ جس سے ایک بار محبت اور دوستی کا رشتہ قائم کیا اسے ہمیشہ قائم رکھا۔

محمد (ﷺ) حساس ترین انسان اور خدا کے آخری نبی (ﷺ) تھے۔ آپ (ﷺ) انسانوں کے فطری رہنما تھے۔ اس کے باوجود جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے اور قرآن پاک پر ایمان لاتا ہے تو اسے یہ بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور محمد (ﷺ) خدا کے سچے بندے اور حقیقی پیغمبر (ﷺ) ہیں۔ آپ (ﷺ) کی شخصیت کا ہر پہلو آپ کو دنیا کے ہر پیغمبر کے مقابلے میں ممتاز اور منفرد بنا دیتا ہے۔

(پی اے ہاشمی)

☆☆☆

غلاموں کے مولیٰ

"باوجود یہ کہ محمد (ﷺ) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی ابتدائی زندگی میں کچھ مشابہت پائی جاتی ہے، لیکن بہت سے امور بالکل مختلف ہیں۔ محمد (ﷺ) پر ایمان لانے والے سوائے غلام زیدؓ اور حبشی بلالؓ کے سب معزز طبقہ کے لوگ تھے۔ اور بعض ان کے خاندان کے بزرگ بھی تھے جنہوں نے بحیثیت خلیفہ اور سپہ سالار اسلام کی وسیع سلطنت کا نظم و نسق بہترین طریقے سے انجام دیا۔"

(مسٹر گوڈ فری ہگنس)

☆☆☆

ہادی برحق (ﷺ)

"بلاشبہ حضرت محمد (ﷺ) نے گمراہوں کے لیے ایک بہترین راہ ہدایت قائم کی اور یقیناً آپ (ﷺ) کی زندگی نہایت پاک صاف تھی۔ آپ (ﷺ) کا لباس اور آپ (ﷺ) کی غذا بہت سادہ تھی۔ آپ (ﷺ) کے مزاج میں بالکل تمکنت نہ تھی۔ آپ (ﷺ) نے اپنے غلام سے بھی وہ خدمت نہ لی جس کو آپ (ﷺ) خود کر سکتے تھے۔ آپ (ﷺ) بازار جا کر خود ضرورت کی چیزیں خریدتے، اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے، خود بکریوں کا دودھ دوہتے اور ہر وقت ہر شخص سے ملنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ (ﷺ) بیماروں کی عیادت کرتے تھے اور ہر شخص سے مہربانی کا برتاؤ فرماتے تھے۔ آپ (ﷺ) کی خوش اخلاقی، فیاضی اور رحم دلی محدود نہ تھی، غرض آپ (ﷺ) قوم کی اصلاح کی فکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔"

(ڈاکٹر جی ویل)

☆......☆......☆

اللہ اکبر......!

یہ تھے وہ ہمارے اسلامی تاریخ کے ہیروز جن کے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا......اور کافر مشرک ان کا نام سن کر کانپتے تھے۔ جب تک مسلمان بادشاہوں کے ہاتھوں میں "قرآن و حدیث اور صوفیاء" کا دامن تھا تب ان کا غلبہ بھی تھا......اللہ پاک ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا ادب

انتخاب: بشریٰ اقبال

حضرت سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایران کا بادشاہ اپنے سفیر کیساتھ ملاقات کے لیے آیا ہوا تھا۔ سارا دن سلطنت کے امور پر تبادلہ خیال میں گزر گیا، رات کے کھانے کے بعد ایرانی بادشاہ اور سفیر کو مہمان خانے میں آرام کرنے کی غرض سے بھیج دیا گیا۔

سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ خود بھی مہمان خانہ میں ہی ایک الگ خیمہ نما کمرے میں ٹھہرے تاکہ مہمان داری میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

تقریباً نصف رات کے بعد سلطان نے اپنے خیمہ کے باہر کھڑے غلام کو آواز دی:

حسن......!

اس نے پانی کا لوٹا اور خرچی اٹھائی اور خیمہ میں داخل ہو گیا۔

ایرانی بادشاہ بڑی حیرت سے اپنے خیمہ کے پردوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے غلام حسن کا باہر آنے کا منتظر بھی تھا۔ جیسے کوئی سوال اس کو بے چین کیے ہوئے تھا۔

جیسے ہی حسن سلطان کے خیمہ سے باہر نکلا۔ ایرانی بادشاہ نے اسے بلایا اور پوچھا جب سلطان نے تمہیں آواز دی......حسن......!

تو تمہارا حق تھا پہلے پوچھتے جی کیا حکم ہے آقا......! تم بنا پوچھے ہی پانی کا لوٹا اور خرچی لے کر سلطان کے خیمہ میں چلے گئے۔ ہو سکتا تھا سلطان کو کسی اور چیز کی طلب ہو؟۔

حسن مسکرایا اور ایرانی بادشاہ کو جواب دیتے ہوئے بولا: حضور میرا مکمل نام محمد حسن ہے، اور میرا سلطان ہمیشہ باوضو رہتا ہے اور جب اس کا وضو نہ ہو تب ہی مجھے حسن کہہ کر پکارتا ہے۔ اور میں سمجھ جاتا ہوں اب سلطان کو وضو کی حاجت ہے جو انہوں نے اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان سے ادا نہیں کیا۔ آج تک میرے سلطان نے بغیر وضو کے مجھے محمد حسن کہہ کر نہیں پکارا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جسم میں درد محسوس ہوں تو

آپ ﷺ نے فرمایا

اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ جہاں تو اپنے جسم سے درد محسوس کرتا ہے

تین مرتبہ بِاسْمِ اللّٰهِ

سات مرتبہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ

میں اللہ کی ذات اور قدرت سے ہر اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جسے میں محسوس کرتا ہوں اور جس سے میں خوف کرتا ہوں

1۔ کس خلیفہ کے دورِ حکومت میں مسلمانوں نے ہندوستان میں جنگ لڑی؟۔

2۔ پاکستان کے پہلے صدر کا نام بتائیے؟۔

3۔ پاکستان کے شمال میں کون سا ملک آباد ہے؟۔

4۔ کرکٹ اکیڈمی پاکستان کے کس شہر میں واقع ہے؟۔

5۔ پاکستان میں سب سے زیادہ پیدا ہونے والا پھل کا نام بتائیے؟۔

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

بے شک اللہ پاک نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں **خاتم النبیین** ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یوم تحفظ عقیدہ ختم نبوت

وہ ایک فیصلہ کر کے رات کو سو گیا اور صبح......

ایک قدم

اقراء قصور

عبدالرحمٰن سکول سے پڑھ کر آیا بہت خوش تھا گھر میں داخل ہوتے ہی امی جان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ امی جان کمرے سے نکلیں اور بیٹے کو سینے سے لگایا۔ "جی امی کی جان۔ آ گیا میرا بیٹا سکول سے پڑھ کر؟؟"۔

"جی امی جان!! آپ کو پتا ہے آج میں نے سکول میں اپنے پیسوں کی چیز بھی نہیں کھائی مگر مجھے پھر بھی بھوک نہیں لگی بتائیں کیوں؟"۔

"آپ کے پیسے گم ہو گئے ہوں گے؟" امی جان نے جواب دیا۔

"نہیں امی جان جی" عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔

"پھر آپ بتاؤ" امی جان نے پوچھا۔

"امی جان آج ہماری ٹیچر نے ہمیں سیلاب سے متاثرہ لوگوں اور ان کے حالات کے بارے میں بتایا کہ کس طرح ان کے گھر، مال مویشی، کاروبار تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی جان بھی خطرے میں ہے۔ کئی لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، ہماری ٹیچر نے ہم سے کہا کہ سکول میں سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی امداد کے لیے کیمپ لگایا جا رہا ہے آپ بھی اس میں حصہ ڈالیں۔ تو میں نے اپنا جیب خرچ ٹیچر کو دے دیا اور خود بریک میں پانی پی لیا۔ میرا پیٹ بھر گیا۔ مجھے تو ابھی بھی بھوک نہیں لگ رہی"۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔

اور امی جان حیرانی سے اپنے اس سات سال کے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں، جو ابھی دوم جماعت کا طالب علم تھا لیکن اس کا جذبہ جنون جوش جوان تھا۔

شام ہوئی تو عبدالرحمٰن امی جان کی گود میں سر رکھ کر امی جان سے لاڈ پیار کرنے لگا پھر اچانک سے بولا۔

"امی جان مجھے ایک چیز پریشان کر رہی ہے"

"جی بتائیں کیا ہے؟" امی جان نے پوچھا۔

"امی جان دیکھیں میرے پاس آپ ہیں، بابا ہیں، بہن بھائی گھر سب کچھ ہے۔ لیکن جو سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں وہ اپنا گھر کیسے بنائیں گے؟" عبدالرحمٰن نے بہت پریشان ہو کر پوچھا۔

"بیٹا حکومت ان کی مدد کر رہی ہے۔ ہماری پاک فوج مختلف تنظیمیں سب بڑھ چڑھ کر ان کی خدمت اور مدد میں مصروف ہیں لیکن یہ ان کا نہیں ہم سب کا فرض ہے کہ ہم ان کو اس مشکل وقت میں سہارا دیں"۔ امی جان نے جواب دیا۔

"امی جان میں ان کی کیسے مدد کر سکتا ہوں؟" عبدالرحمٰن نے پوچھا۔

"بیٹا جو چیز تمھیں سب سے زیادہ پیاری ہو وہ دے دو۔ اس کا اجر بھی زیادہ ہوگا اور آپ کو بھی خوشی بھی ملے گی"۔ امی جان نے پیار سے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے امی جان میں سمجھ گیا، اب میں سوتا ہوں"۔

"صبح جلدی اٹھائیے گا۔ شب بخیر"۔

اور امی جان جانتی تھیں اس کی پیاری چیز کیا ہے۔ انہوں نے چپکے سے اس میں اپنا حصہ بھی ڈال دیا۔

دوسرے دن عبدالرحمٰن نے اپنی پیاری چیز یں جا کے ٹیچر کو دے دیں اور کہا "ٹیچر جی یہ لیں۔ یہ سیلاب والوں کو دے دیں۔ وہ اس سے اپنا گھر بنائیں گے" ٹیچر نے حیران ہو کے اس بچے کو دیکھا اور آفس میں پرنسپل کے پاس لے گئیں۔

جب پرنسپل کو اس ساری بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس بچے کو شاباش دی اور اپنی طرف سے انعام دیا۔ اور سکول کے سب بچوں کو بتایا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دوسرے دن سب بچے سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی امداد کے لیے کافی کچھ لے کر آئے ہوئے تھے اور بہت پر جوش ہو گئے تھے۔

آپ کو پتہ ہے اس بچے نے کیا دیا؟

وہ اپنی گلک اٹھا کر سکول لے گیا تھا کہ اس سے ان کا گھر بنے اور ان کو تحفظ ملے۔

قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے

ایک ایک اینٹ گھر بناتی ہے

اس بچے نے ایک قدم اٹھایا۔ پورا سکول پُر جوش ہو گیا۔ آئیں مل کر قدم بڑھائیں اور انہیں تحفظ دیں۔ اپنی چھت دیں اور انہیں یہ احساس دلائیں وہ اکیلے نہیں ہیں ہم سب ان کے ساتھ ہیں۔

آپ کا بڑھایا ہوا ایک قدم ان کا مستقبل سنوار سکتا ہے۔

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو"۔ (آیت 2۔ سورۃ المائدہ)

☆......☆......☆

اللہ تعالیٰ کا قرض

ارحم ہشام

چھٹی کا دن تھا۔ انہوں نے ماموں کے گھر جمع ہونے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اتوار کے دن اکثر ہی تمام کزن ماموں جان کے گھر اکٹھے ہوتے تھے اور شام کو کرکٹ میچ کھیلتے تھے۔ آج بھی انہوں نے کچھ ایسا ہی منصوبہ بنایا تھا۔

سبھی کزن دوپہر کے کھانے کے بعد لان میں بیٹھے تھے۔ ماموں جان بھی بچوں کے پاس ہی بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ ٹی وی پر مسلسل سیلاب کے بارے میں خبریں نشر کی جا رہی تھیں۔ سیلاب سے ہونے والی تباہ کاریوں کے متعلق بتایا جا رہا تھا۔

30 فٹ گہرے پانی نے اپنے شدید بہاؤ سے پوری پوری بستیاں تباہ کر دی تھیں۔ کافی لوگ پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے تھے۔ صرف مالی نہیں بلکہ کافی جانی نقصان بھی ہوا تھا۔ ماموں جان جب خبریں دیکھ رہے تھے تو ان کی آنکھیں نم تھیں اور وہ مسلسل استغفار کا ورد کر رہے تھے۔

حذیفہ نے جب ماموں جان کو اس طرح افسردہ دیکھا تو بولا:

”ماموں جان! ہم کس طرح ان کی مدد کر سکتے ہیں؟“۔

”بیٹا! یہ پاکستان پر اللہ کی طرف سے آزمائش ہے اور متاثرہ لوگوں پر اس وقت مشکل ترین وقت ہے۔ ان کا سب کچھ تباہ ہو چکا ہے۔ گھر، کاروبار، جائیداد سب کچھ حتیٰ کہ ان کا گھروں اور دکانوں میں موجود سامان بھی پانی کے ساتھ بہہ چکا ہے۔“

ماموں جان جن کی آواز افسوس اور دکھ کی وجہ سے بیٹھ چکی تھی انہوں نے پاس پڑے پانی کے گلاس میں سے گھونٹ بھرا اور پھر سے اپنی بات شروع کی۔

”بیٹا! بہت سی تنظیموں اور حکومت نے کیمپ لگا رکھے ہیں جو کہ ان کو امداد بھیج رہے ہیں۔ ہم ان کے ذریعے کپڑے، راشن، ادویات، بستر اور ضرورت کی اشیاء بھیج سکتے ہیں۔“

ماموں جان جب بچوں کو بتا رہے تھے تو ممانی جان بھی اتنی دیر میں وہاں پر آ گئیں اور ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

ساجد نے ماموں جان سے سوال کیا: ”ماموں جان! وہ لوگ تو بیچارے بے گھر ہیں ان کے گھر تو ڈوب گئے ہیں تو وہ کدھر رہ رہے ہوں گے؟“۔

ماموں جان نے بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا:

”بیٹا! وہ بیچارے کھلے آسمان تلے موجود ہیں۔ ان کے سر پر نہ تو چھت ہے اور نہ ہی ان کی حفاظت کے لیے چار دیواری موجود ہے۔ وہ بے چارے تو بغیر بستروں کے کھلے آسمان تلے سڑکوں پر رہ رہے ہیں۔“

ماموں جان کی بات سن کر بچے بھی افسردہ ہو گئے۔

احسن نے ماموں جان سے پوچھا:

”ماموں جان! پھر ہم ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں کہ وقتی طور پر ان کو رہنے کے لیے کوئی جگہ مل جائے؟“۔

”بیٹا! ان کے رہنے کے لیے ہم ایسے خیموں کا انتظام کر سکتے ہیں جن میں پانی نہ جا سکتا ہو۔ اور اس کے علاوہ ان کو اس میں بچھانے کے لیے بستر فراہم کریں تاکہ وہ تھوڑی نرم جگہ پر سو سکیں۔“

ماموں جان کی بات سن کر حذیفہ بولا:

”ابھی تو ہم بہت چھوٹے ہیں ہم ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں؟“۔

ماموں اور ممانی جان حذیفہ کی یہ بات سن کر مسکرائے۔

ممانی جان نے بچوں کی بات سن کر ان کو جواب میں کہا:

”بیٹا! اپنے بہن بھائیوں کی مدد کرنے میں کسی بھی قسم کے مذہب، سیاسی جماعت، فرقے اور عمر کو بیچ میں لائے بغیر ہمیں ان کی امداد میں حصہ لینا ہے۔

اور بیٹا! ہم ان کی مدد اس طرح کر سکتے ہیں کہ آپ کے پاس آپ کے کپڑے ہوں گے جو کہ آپ کے استعمال کے نہیں ہوں گے یا چھوٹے ہوں گے آپ ان کو وہ بھیج سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ جو آپ کو روز کے خرچ کے لیے پیسے ملتے ہیں آپ وہ جمع کر کے ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ اپنے کھلونے، جوتے ان کو دے سکتے ہیں۔“

ماموں جان بھی بولے:

”جی بیٹا! آپ کی ممانی جان بالکل درست کہہ رہی ہیں۔ ان کے بھی تو آپ کی عمر کے بچے ہیں اور جس طرح آپ لوگوں کی خواہشات ہیں اسی طرح ان بچوں کی بھی خواہشات ہیں۔ ویسے بھی وہ بچے اس وقت ناگہانی صورتحال سے گزر رہے ہیں ایسے میں اگر ان کو کچھ کھلونے اور کپڑے مل جائیں گے تو وہ خوش ہو جائیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آقائے دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے کسی شخص کی مصیبت کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا کرتا ہے''۔
(صحیح مسلم)

گے''۔
''ماموں جان، ممانی جان آپ نے ہمیں بہت اچھی باتیں بتائی ہیں ابھی اپنے گھر جاتے ہیں اور اپنی والدہ کی مدد سے سارا سامان لے کر آپ کے ساتھ جائیں گے اور کسی اچھے سے ادارے کو دے کر آئیں گے تاکہ ان کی مدد میں ہمارا بھی حصہ ہو۔''

احسن نے جلدی جلدی سے ماموں جان سے کہا۔ ابھی احسن کی بات مکمل ہی ہوئی تھی کہ ساجد جلدی سے بولا:
''ماموں جان! میرے پاس کچھ رقم ہے جو کہ میں نے کھلونے لینے کے لیے جمع کی تھی میں ان سے بچوں کے لیے بسکٹ بھی لے کر آؤں گا۔''

ساجد کی بات سن کر ممانی جان بولیں ''بیٹا! ایسا کریں کہ آپ نے جو کپڑے، جوتے، کھلونے یا جو بھی اشیاء جو آپ نے عطیہ کرنی ہیں ان کو بڑے شاپر میں ڈال کر ادھر ہی لے آئیں۔ گھر تو ہم سب کے پاس پاس ہیں لانے میں مشکل نہیں ہوگی۔ میں اور ماموں جان آپ کو بتائیں گے کہ کس طرح ان کو پیک کر کے بھیجنا ہے۔''

ممانی جان کی بات سن کر بچے جلدی سے کھڑے ہو گئے اور ماموں اور ممانی جان کو اللہ حافظ کر کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بچوں کے جاتے ہی ممانی جان نے بھی اپنے کپڑے، جوتے اور بستر وغیرہ نکال کر رکھنے شروع کر دیئے۔ تاکہ بچوں کے آنے تک وہ بھی سامان نکال لیں اور بچوں کے ساتھ مل کر پیکنگ کریں۔

ممانی جان اپنا کام کر رہی تھیں اور ماموں جان بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے کپڑے پیک کرنے کے لیے لفافے لینے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد بچے سارا سامان لے کر ماموں جان کے گھر آئے۔ اتنی دیر میں ماموں جان اور ممانی جان بھی سامان نکال چکے تھے۔

بچے سارا سامان ٹی۔ وی لاؤنج میں اکٹھا کر رہے تھے۔ بچوں کو سامان پیک کرنے کی بہت جلدی ہو رہی تھی۔

ممانی جان نے بچوں کو کہا: ''بچو! آپ ماموں جان کی مدد سے عمر کے حساب سے کپڑے رکھیں اور میں ان کپڑوں کو استری کر کے اچھی طرح تہہ لگا کر رکھتی جاؤں گی بعد میں ہم ان کو لفافوں میں ڈال کر پیک کریں گے۔''

ممانی جان کی بات سنی تھی کہ سب بچے جلدی جلدی اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ بچے کپڑے الگ کرتے جا رہے تھے اور ممانی جان ان کو استری کر کے اچھے طریقے سے تہہ لگا رہی تھیں۔

جب سب کپڑے تہہ لگ گئے تو ماموں جان نے کہا کہ چلو اب ہم ان کو پیک کر لیتے ہیں۔ ابھی ماموں جان یہ بات کر ہی رہے تھے کہ ساجد بولا:
''ماموں جان! یہ وہ رقم ہے جو کہ میں نے کھلونوں کے لیے رکھی تھی اور میں اس کو عطیہ کرنا چاہتا ہوں۔''
''ماشاء اللہ بیٹا! یہ تو بہت اچھی بات ہے ایسا کرتے ہیں کہ ہم ان پیسوں سے بسکٹ اور دودھ کے پیکٹ خرید کر لے آتے ہیں پہلے اور کچھ کھلونے۔''

ساجد اور ماموں جان چیزیں خریدنے چلے گئے جبکہ ممانی جان نے احسن اور حذیفہ کی مدد سے کچھ برتن، جائے نماز اور تسبیح وغیرہ نکال کر رکھ لی۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہو گئی۔ بچوں نے ممانی جان کے ساتھ نماز ادا کی اور کھانا میز پر لگانے میں ممانی جان کی مدد کرنے لگے۔ اتنے میں ماموں جان اور ساجد بھی آ گئے۔

انہوں نے منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھایا اور پھر چیزیں پیک کرنے لگے۔ ماموں جان نے بچوں کو کہا: ''ممانی جان کپڑے پیکٹ میں ڈالتی جائیں گی۔ جس میں بچوں کے کپڑے ہوں گے اس میں ایک ایک بسکٹ کا پیکٹ رکھتے جانا اور ایک چھوٹا کھلونا میں رکھتا جاؤں گا۔ ممانی جان مجھے بتاتی جائیں گی کہ کس عمر کے بچوں کے کپڑے ہیں میں اس حساب سے کھلونا رکھ کر پیکٹ پر عمر لکھتا جاؤں گا۔''

ماموں جان کی بات سن کر حذیفہ بولا: ماموں جان! عمر لکھنے سے کیا ہوگا؟''۔

حذیفہ کی بات سن کر ماموں جان مسکرائے اور بولے کہ ''بیٹا! عمر لکھنے سے تقسیم کرنے والے کو آسانی ہوگی اور

اس طرح ہم پیکٹ بنائیں گے تو بچے بھی خوش ہو جائیں گے۔''

''واہ ماموں جان! یہ تو بہت اچھا خیال ہے۔ ہم اسی طرح پیک کرتے ہیں۔'' بچے پیک کر رہے تھے اور ماموں جان ان پر عمر لکھتے جا رہے تھے کہ یہ کتنی عمر کے بچوں کے ہیں اور اسی طرح انہوں نے بچوں کے کپڑوں کے ساتھ ساتھ زنانہ اور مردانہ کپڑے بھی پیک کر لیے۔

ماموں جان نے بچوں کی مدد سے سارا سامان گاڑی میں رکھا اور ان کو کہا کہ ''آؤ بچو! میں آپ کو ایک ایسے فلاحی

ادارے میں لے کر چلتا ہوں جدھر لوگ متاثرہ لوگوں کی امداد کر رہے ہیں۔"

ماموں جان بچوں کو لے کر محمدی میڈیکل ٹرسٹ پہنچ گئے جدھر لوگوں نے بڑے پیمانے پر امداد کے لیے سامان بھیجا تھا۔ ماہنامہ پھول بھی ایڈیٹر بھیا کی سربراہی میں ان کے ساتھ شریکِ کار تھا اور امداد جمع کرنے میں معاون تھا۔ ماموں جان نے بچوں سے کہا کہ وہ بھی اپنا سامان اس کے سربراہ کے سپرد کریں۔

بچوں نے جب سامان ان کے سپرد کیا تو انہوں نے بچوں کو شاباش دی اور ان کے جذبے کو سراہا۔ ماموں جان نے بچوں کو ادھر ہوتا ہوا افلاقی کام دیکھا۔

لوگوں نے کثیر تعداد میں راشن کا سامان بھیجا ہوا تھا۔ جو کہ محلے کے بچے مل کر پیک کر رہے تھے۔ ٹرسٹ کے سربراہ نے بچوں کو بتایا کہ لوگ بھرپور جوش اور جذبے کے ساتھ سیلاب زدگان کی مدد کر رہے ہیں اور یہ ٹرسٹ آج سے پہلے جب بھی پاکستان پر ایسا مشکل وقت آیا ہے تو اس میں متاثرین کی مدد کرتا رہا ہے جیسے کہ 2005ء کا زلزلہ، 2010ء کا سیلاب اور اب بھی ماشاءاللہ بھرپور طریقے سے متاثرین کی مدد کر رہا ہے۔

انہوں نے بچوں کو یہ بھی بتایا کہ ہمارے ملک میں لوگ بہت سی چیزوں کو مہنگا کر رہے ہیں جیسے کہ خیمے اور راشن وغیرہ کی اشیاء جو کہ اس وقت سیلاب متاثرین کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ لوگوں کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان چیزوں کی قیمتوں میں کمی کر کے لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔

اس کے بعد وہ بچوں کو اس کمرے میں لے کر گئے جدھر محلے کے بچے بیٹھ کر راشن کو پیک کر رہے تھے۔ انہوں نے بچوں کو بتایا کہ روز رات کو بچے اپنی پڑھائی مکمل کر کے ادھر آ جاتے ہیں اور راشن کو پیک کروانے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔

بچے یہ سب دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور حذیفہ نے ماموں جان سے کہا کہ "ماموں جان! آپ ہمیں بہت اچھی جگہ پر لے کر آئے ہیں۔ یہاں واقعی ہی بڑے پیمانے پر متاثرین کی مدد کے لیے کام کیا جا رہا ہے۔"

حذیفہ کی بات سن کر ٹرسٹ کے سربراہ بولے "بیٹا! اس وقت ہمیں اپنے عطیات کو ایسی تنظیموں کو دینا چاہیے جن پر ہمیں یقین ہو کہ وہ واقعی امداد کو متاثرین تک پہنچا رہے ہیں۔ جیسے کہ پاک آرمی، اخوت فاؤنڈیشن، الخدمت فاؤنڈیشن، انجمن ہلال احمر وغیرہ ہیں۔ کیونکہ اس مشکل وقت میں لوگ مہنگائی، مذہب، امیری، غریبی کا فرق رکھے بغیر اپنے متاثرین بھائیوں کی مدد کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی اس مدد کو لوگوں تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔"

"انکل! آپ نے ہمیں بہت اچھی بات بتائی ہے۔ ہم تینوں بھی کوشش کریں گے کہ ہم اس طرح ان کی مدد کرتے رہیں اور روزانہ راشن پیک کرنے آیا کریں"۔

ساجد نے سربراہ سے کہا اور بچوں نے اللہ حافظ کیا اور ماموں کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں ماموں جان نے بچوں کو سمجھایا: "بیٹا! صرف ان کی وقتی مدد نہیں کرنی ہمیں ان کا سب کچھ تباہ ہو چکا ہے اور ان کو اپنی معمول کی زندگی میں آنے میں کم سے کم چار، پانچ سال لگیں گے۔ ان کے گھر، مساجد، کاروبار، ہسپتالوں کو تعمیر کرنے میں ہمیں ان کا ساتھ دینا ہوگا ان کو ہماری مدد کی بہت ضرورت ہے کیونکہ ہمارے ملک کا اس وقت آدھا حصہ سیلاب کی زد میں آ چکا ہے۔

اور بیٹا! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

"اللہ کو قرض دو بہت اچھی طرح"۔

ماموں جان کی بات سن کر احسن جلدی سے بولا:

"ماموں جان! اللہ کو قرض دینے سے کیا مراد ہے؟"۔

ماموں جان بولے:

"بیٹا! اللہ کو قرض دینے سے مراد اللہ کی راہ میں انسانیت کی خاطر خرچ کرنا ہے جو کچھ ہم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ قرض ہوتا ہے اور اللہ اس کو کسی نہ کسی صورت میں کئی گنا کر کے ہمیں نوازتا ہے۔"

ماموں جان کی بات سن کر تینوں بچے ایک ساتھ بولے۔

"ماموں جان! ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے بہن بھائیوں کی بھرپور مدد کریں گے اور اللہ کو قرض دیں گے۔ انشاءاللہ"۔

بچوں کی بات سن کر ماموں جان نے بھی جواب میں انشاءاللہ کہا۔ اتنی دیر میں گھر آ گیا اور بچے ماموں جان کو اللہ حافظ کہہ کر اپنے اپنے گھر جبکہ ماموں جان اپنے گھر کی طرف چل دیے۔

☆......☆......☆

برائی کے بدلے نیکی

فاطمہ طارق حسین

ریحان کو پتا تھا یہ اسامہ کی ہی شرارت ہے۔ ریحان ادھر ادھر کلاس میں ہر طرف اپنا بیگ ڈھونڈ رہا تھا۔ آئے دن اسامہ کی شرارتیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ ریحان کو راستے میں جاتے ہوئے بھی بہت تنگ کرتا تھا۔

اسامہ کبھی ریحان کی بائی سائیکل کا ٹائر پنکچر کر دیتا تھا۔ کبھی اس کی کتابیں چھپا دیتا اور کبھی چھٹی کے وقت اسے کلاس میں بند کر دیتا تھا۔ ریحان اس کو سمجھاتا تھا کہ "میں تمہارا کلاس فیلو ہوں۔ ہم دونوں کی کوئی دشمنی نہیں"۔ لیکن اسامہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔

ریحان ابھی پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر اپنا بیگ ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ صفائی والی آنٹی اس کا بیگ لے کلاس میں داخل ہوئیں۔ اپنا بیگ ان کے ہاتھ میں پکڑا دیکھ کر ریحان ان کی جانب بڑھا۔ اور ان سے اپنا بیگ لیا۔

اسامہ قہقہہ لگا کر ہنس رہا تھا۔ "تو مزہ آیا ڈسٹ بن میں؟" اسامہ نے ریحان کے بیگ کو ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے کہا اور ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اتوار کا دن تھا۔ ریحان اپنے فٹ بال کے ساتھ گلی میں کھیل رہا تھا۔ ریحان اور اسامہ دونوں ایک دوسرے کے ہمسائے تھے۔ اسامہ نے چھت پر سے اسے کھیلتے دیکھا۔ اسامہ کو ریحان کو تنگ کرنے کی سوجھی۔ وہ جلدی سے نیچے اترا اور تیزی سے مین گیٹ کی جانب بڑھا۔ وہ گلی میں پہنچا۔ اور ریحان کا فٹبال اٹھایا اور دوڑ لگا دی۔ ریحان بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ اسامہ مسلسل قہقہے لگاتا ہوا تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ وہ بار بار گردن پیچھے کی جانب موڑ کر ریحان کو دیکھتا اور بھاگتا جا رہا تھا۔ اتنے میں اسامہ ایک تیز رفتار بائیک سے ٹکرایا۔ بائیک والا اس کی پرواہ کیے بنا تیزی سے بائیک دوڑا کر لے گیا۔ اسامہ شدید زخمی ہو چکا تھا۔ وہ سڑک پر اوندھے منہ گرا پڑا تھا۔ اس کے سر سے بہت سا خون بہہ رہا تھا۔ ریحان نے جلدی سے اسے اٹھایا ایک ٹیکسی کو روک کر اسے ہسپتال لے گیا۔ ڈاکٹر نے اسامہ کے سر پر پٹیاں کر دی تھیں۔ جلد ہسپتال لانے کی وجہ سے زیادہ خون ضائع نہیں ہوا تھا۔ اسامہ کو ریحان کا یہ اچھا رویہ دیکھ کر اپنے تمام برے رویوں پر بہت ملامت ہوئی۔ اس نے دل میں سوچا: "ریحان کتنا اچھا ہے۔ میں نے اسے کتنا تنگ کیا۔ لیکن اس نے پھر بھی میری برائیوں کا بدلہ اچھائی سے دیا"۔ اسامہ نے ریحان سے بھی معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگی اور اچھا بچہ بننے کا وعدہ کر لیا۔

☆......☆......☆

سب پریشان تھے کیونکہ لشکر آگے بڑھتا جا رہا تھا......

تحفظ

ڈاکٹر طارق ریاض

ہر طرف ہاہاکار مچی تھی، مردوں کے رنگ اُڑے ہوئے تھے، انہیں اپنی زندگی ختم ہوتی دکھائی دے رہی تھی، عورتیں اور بچے سہمے ہوئے تھے کہ فوج تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ سبھی حیران و پریشان تھے کہ عددی اعتبار سے زیادہ طاقتور اور بڑی فوج بری طرح پسپا ہو رہی تھی۔ بڑے بڑے سرداروں کے طوطے اُڑے ہوئے تھے کہ کسی طرح مٹھی بھر آگے بڑھتی دشمنوں کی فوج کو روکا جائے۔ کوئی حربہ، کوئی لالچ اور کوئی ہتھیار کارگر ثابت نہ ہو رہا تھا۔ کچھ لوگوں نے پہاڑوں کی غاروں میں جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جو لوگ کھیتی باڑی سے وابستہ تھے وہ بھی فکرمند تھے کہ فصلوں اور باغات کو کہاں لے کر جاتے۔ فوج تھی کہ ہر روز شکست کھا رہی تھی۔ ان لوگوں کی طاقت کا سرچشمہ یہی عسکری قوت تھی جو تعداد میں کم فوج سے لڑ رہی تھی۔

یہ عرب کی سرزمین تھی۔ بت پرستوں کا یہ علاقہ تھا۔ بڑے بڑے سرداروں کی حکومت تھی۔ جو طاقت کے نشہ میں دھت تھے۔ خون خرابہ اور ظلم و بربریت ان کی حکومت کے رہنما اصول تھے۔ بچی پیدا ہوتی تو زندہ درگور کر دیتے۔ لڑائی جھگڑے میں ایک دوسرے کی ہری بھری فصلوں کو آگ لگا دیتے، پانی بھرنے پر لڑائی شروع ہوتی تو دادا کے زمانہ کا جھگڑا پڑپوتے کے دور تک بھی ختم نہ ہوتا۔ حد تو یہ تھی کہ ایک دوسرے کے بے زبان جانوروں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتے اور نیکی و بھلائی کی بات کرنے والوں کے ساتھ بھی انسانیت سوز سلوک کرتے۔

ان لوگوں کے درمیان ایک معزز قبیلہ بنو ہاشم کا تھا۔ اس گھر میں ایک فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی تھی۔ یہ بچہ عرب کے ہر بچے سے مختلف تھا۔ یہ بچہ جوان ہوا تو اس جیسا پارسا، شریف النفس اور خوبصورت جوان کوئی نہ تھا۔ اس مبارک ہستی نے اپنے اردگرد لوگوں کو بت پوجتے دیکھا تو توحید کا درس دیا۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے واحد لاشریک ہونے کا تصور دیا۔ بات تو اچھی تھی کہ بھلا اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بت پرستش کے قابل کہاں تھے۔ بارش، بیماری، شادی، رزق، اولاد، کاروبار اور فتح کے لئے الگ الگ خدا سے رجوع کرنے کی بجائے ایک رب سے مانگا جائے۔ لیکن یہاں کوئی بدلنے کو تیار نہ ہوا۔ اُلٹا دشمن بن گئے۔ وہ عظیم ہستی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو خون خرابے اور ظلم و بربریت کے خلاف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علاقہ چھوڑ کر ہجرت کا فیصلہ کر لیا اور مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

یہ لوگ گواہی دیتے تھے کہ چاند کی طرح چمکتا دمکتا نورانی چہرہ، اعلیٰ اخلاق اور متقی، سورج کے سامنے بادل آ جاتے تاکہ رُخِ روشن پر تیز دھوپ نہ پڑے۔ درختوں کی شاخیں جھک جایا کرتی کہ پھل توڑنے میں مشکل نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پہ ایک ایسا نشان تھا جو دنیا میں کسی اور کے پاس نہ تھا۔ یہ تھی مہر۔ جو پروردگارِ عالم نے مہرِ نبوت کے طور پر لگائی تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید و رسالت کا درس جاری رکھا تھا۔

"ابوسفیان! تم عرب کے بڑے سرداروں میں سے ہو۔ تمہارا لشکر بھی بہت بڑا ہے اور خون خرابے کو تمہارا قبیلہ بہت پسند کرتا ہے۔ تم کچھ کرو۔ اس طرح تو ہم سب مارے جائیں گے اور ہمارے خدا بھی سلامت نہیں رہیں گے!" عرب کے ایک بڑے سردار کی حویلی میں علاقہ بھر کے معززین جمع تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عددی اعتبار سے چھوٹی سی فوج سے خوفزدہ تھے جو کفار کو شکست دیتے ہوئے مکہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ابوسفیان کے اپنے ہوش اڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کا مقابلہ کیونکر کرتا۔ خاصی دیر بحث و مباحثہ چلا، جنگی حکمت عملی طے پائی اور گھمسان کی لڑائی کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ محض فوجی لڑائی نہ تھی۔ یہ ایمان اور بے ایمان کا مقابلہ تھا۔ اس لڑائی میں ہتھیاروں سے زیادہ جذبوں کا زور تھا۔

آخر وہی ہوا جس کا اہلِ مکہ کو خدشہ تھا۔ بڑے بڑے سورمے سرمہ بن گئے تھے۔ میدانِ جنگ کے ہر طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار چھائے ہوئے تھے۔ زمین و آسمان کے ساتھ ساتھ چرند و پرند، نباتات و

حیوانات اور لوگ حیران تھے۔ ایسا منظر کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ فاتح نے اعلان کر دیا تھا کہ جو سفیان کے گھر چھپ گیا اُسے بھی معافی اور درختوں، فصلوں اور جانوروں کو بھی امان دے دی گئی تھی۔ عورتیں محفوظ تھیں، بچوں اور بوڑھوں سے حسن سلوک کیا گیا۔ اس سرزمین پر ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ ببول و کیکر کے علاوہ کھجوروں کے درخت سہمے کھڑے تھے۔ "یارا میری شامت آنے والی ہے۔ یہ فاتح قوم، میرے ٹکڑے کروا دے گی۔" ببول کے درخت نے خدشہ ظاہر کیا قریب گندم اور جو کے تھے وہ بھی تھر تھر کانپ رہے تھے۔ کیونکہ ریت و روایات کے مطابق فاتح فوج فصلوں کو آگ لگا دیتی تھی۔ بی فاختہ اور بلبل کے بچے بہت چھوٹے تھے۔ ان کے گھونسلے ایک درخت پر تھے۔ دونوں پڑوسی تھے۔ بلبل رو رہی تھی کہ اتنے چھوٹے بچے کہاں لے کر جائے گی کیونکہ کھیتوں کی آگ نے درختوں اور درختوں سے وابستہ جنگلی حیات کو بھی بھسم کر دیا تھا۔ فطرت کے تمام مظاہر خوفزدہ تھے کیونکہ اہل عرب کے ساتھ رہ کر انہوں نے صرف ظلم و ستم ہوتے دیکھا تھا۔ جب شہر پر مکمل قبضہ ہو گیا تو کوئی خون خرابہ اور قتل و غارت نہ ہوئی۔ فاختہ اور بلبل جو بے چینی سے ادھر اُدھر اڑ رہی تھیں خاموشی سے اپنے اپنے گھونسلوں میں آن بیٹھیں۔ درخت اور پودے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ فصلیں خوشی سے جھوم رہی تھیں۔ کسی نے انہیں ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔ اس دوران فاتح فوج کے سپاہی کا وہاں سے گزر ہوا۔ رستے کے کنارے پر مینڈک بیٹھا تھا۔ اُس نے خوشی سے ٹرٹراتے ہوئے اس سپاہی سے ماجرا بیان کیا اور سب کی کیفیات سے مطلع کیا۔ سپاہی نے پورے دھیان سے اُس کی بات سنی اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے بولا: "یہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ہوئی ہے۔ انسان تو انسان، انہوں نے قدرت کے ماحولیاتی نظام کو بھی رحمت سے نوازا ہے۔ اُن کا یہ پیغام ہے کہ آپس کی لڑائی میں اپنے ماحول کو متاثر نہ کرو۔ ہار ہو یا جیت! رہنا تو اسی ماحولیاتی نظام کے اندر ہے!" سپاہی چلا گیا لیکن ماحولیاتی نظام کے تحفظ کا عالمگیر تصور جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو دیا وہ رہتی دنیا تک کے لئے ہے۔

☆......☆......☆

تحفہ دیکھ کر وہ مایوس ہو گیا......

غلاف

انتخاب: ماہ نور طاہر

ایک نوجوان اپنے کالج سے گریجوایٹ ہونے والا تھا۔ پچھلے کچھ مہینوں سے اسے قریب ہی موجود ایک گاڑیوں کے شوروم میں موجود سپورٹس کار بہت پسند تھی۔ چونکہ اس کے ابا جان وہ کار لے کر دے سکتے تھے تو اس نے اپنے ابا جان کو کہہ رکھا تھا کہ اسے گریجوایشن کے تحفے میں وہی کار چاہیے۔

جیسے جیسے گریجوایشن کی تقریب کا دن قریب آ رہا تھا ویسے ویسے نوجوان کا اپنے تحفے کا انتظار بھی اپنے عروج پہ جا رہا تھا۔ آخر تقریب کے دن کی صبح کو اس کے ابا نے اس کو اپنے خاص مطالعے کے کمرے میں بلایا۔ اس کے والد نے اس کو بتایا کہ ایسے ذہین اور محنتی بیٹے کے باپ ہونے پہ ان کو کتنا فخر ہے اور یہ بھی کہ وہ اس سے کتنا پیار کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے اس کو ایک غلاف میں لپٹا ہوا تحفہ دیا۔ کچھ مایوسی اور کچھ تجسس کے ساتھ اس نے وہ تحفہ کھولا تو اس میں ایک جلدان میں نہایت خوبصورت قرآن شریف موجود تھا۔ یہ دیکھنا تھا کہ اس کی رنگت سرخ پڑ گئی اور وہ غصے سے بولا "اپنی اتنی ساری دولت ہونے کے باوجود آپ نے مجھے صرف یہ قرآن تحفے میں دیا؟" اور پھر وہ اس انمول تحفے کو وہیں رکھ کر نکلا اور گھر چھوڑ کر چلا گیا۔

بہت سال گزر گئے وہ پلٹ کر اپنے ابا کے گھر نہیں گیا۔ اب وہ ایک کامیاب بزنس مین تھا اور اس کے پاس نہایت خوبصورت بنگلا تھا اور بہت اچھی بیوی تھی۔ اب اسے کبھی کبھی اپنے ابا کی یاد ستاتی تھی کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہوں گے اور شاید انہیں اس کی ضرورت بھی ہوگی۔ وہ سوچتا کہ اسے اپنے ابا کو ملنے جانا چاہیے۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنے ابا کو ملنے جاتا ایک دن اسے اطلاع ملی کہ اس کے ابا انتقال کر گئے ہیں اور وصیت میں اپنا سب کچھ اس کے نام کر گئے ہیں۔ وہ افراتفری اور غم کے عالم میں ابا کے گھر گیا۔

جب وہ ابا کے گھر پہنچا تو اس کا دل غم کی شدت سے بھر گیا اور ایک پچھتاوے کا احساس اس کے سینے میں جاگ اٹھا۔ تدفین سے فراغت کے بعد وہ اپنے ابا کے ضروری سامان کا جائزہ لے رہا تھا تو تبھی اسے وہی تحفے والا قرآن ویسے ہی بالکل نئی حالت میں پڑا ہوا ملا جیسا وہ سالوں پہلے اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ اس نے قرآن شریف کو کھولا اور اس کے اوراق پلٹنے لگا۔ یونہی اوراق پلٹتے ہوئے اس نے ایک صفحے پہ دیکھا کہ اس کے ابا نے ایک آیت پہ نشان لگایا ہوا تھا۔ وہ "سورہ رعد" کی اٹھائیسویں آیت تھی۔

"بے شک اللہ کی یاد دلوں کو سکون بخشتی ہے"۔

اس نے یہ آیت پڑھی۔ تبھی قرآن پاک کے جلدان سے کوئی چیز نیچے گری۔ وہ ایک کار کی چابی تھی۔ اسی کے پسند کردہ شوروم میں موجود کار کی چابی، رسید کے ساتھ۔ چابی کے ساتھ موجود رسید میں اس کی گریجوایشن والی تاریخ لکھی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ مکمل قیمت ادا کر دی گئی ہے۔

"زندگی میں کتنی ہی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم اللہ پاک کی عطا کردہ ان گنت نعمتوں کو صرف اس وجہ سے ٹھکرا دیتے ہیں کیونکہ وہ ہماری توقعات کے مطابق لبادے میں نہیں ہوتیں"۔

☆......☆......☆

5 اکتوبر۔ اساتذہ کا عالمی دن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم اخلاق

ڈاکٹر فوزیہ سعید (ماہر نفسیات)

دنیا کے سب سے بڑے معلم، سب سے بڑے ماہر نفسیات، سب سے بڑے سائنس دان اور اخلاق کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو پوری دنیا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا وہ سب عالموں کے لئے رحمت بن کر آئے۔ وہ معلم اخلاق کے اونچے درجے پر فائز تھے جس کا اعلان خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت رحیم اور شفیق بلند اخلاق بنایا۔ اس کی گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں، اخلاق کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ثانی نہیں ہے، اخلاقی لحاظ سے کوئی ایسی خصوصیات نہیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر خوبی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے بہت بڑے استاد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو پہلی آیت نازل ہوئی اس سے واضح ہوتا ہے کہ علم کی کتنی اہمیت ہے اور عالم کی اس سے بھی زیادہ۔ دنیا میں بھی وہی لوگ ترقی کرتے ہیں جو اپنے استادوں کا احترام کرتے ہیں۔

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو، جس نے (عالم کو) پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو تمہارا رب پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔ (سورۃ العلق)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ عفو و درگزر کا سبق دیا اور نہ صرف اس کا سبق دیا بلکہ وہ خود بھی ایک عملی نمونہ تھے۔ یہ ایک عفو و درگزر کی مثال آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔

درگزر:

ایک دفعہ ایک آدمی (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا۔ مگر جب اس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سامنا ہوا تو اس شخص کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار پکڑی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو اس کو مار سکتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن اخلاق سب سے اعلیٰ تھا۔ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثانی نہیں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تین اشخاص کو جنت میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو:

1۔ حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔
2۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے۔
3۔ جس کا اخلاق بہت ہی اچھا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا: "اگر جھک جانے یعنی (عاجزی اختیار کرنے سے) تمہاری عزت گھٹ جائے تو قیامت کے دن مجھ سے لے لینا"۔ (مسلم حدیث ۶۷۸۴)

ایسے ہی اگر ہمارا علم ہمیں درگزر کرنا اور انسان سے محبت کرنا نہیں سکھاتا تو ایک جاہل ہم سے ہزار درجے بہتر ہے۔ اس لئے صرف علم حاصل کرنا کافی نہیں۔ اس پر عمل اور تربیت بھی بے حد ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ایک مثالی نمونہ تھی۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے رہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا "علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین کیوں نہ جانا پڑے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ کا مسافر ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔

سوچو کتنا بڑا انعام ہے۔ مسلمانوں کو سب سے زیادہ توجہ علم پر دینی چاہیے۔ قرآن نے دین کے بنیادی احکام کے ساتھ ساتھ دنیاوی دین، فلسفہ، تاریخ، لغت، فقہ، سائنس اور نفسیاتی علوم پر بھی غور و فکر کی بھی دعوت دی ہے۔ کام کرنا عین عبادت ہے اور رزق حلال بھی اسلام کا تقاضا ہے۔ اس لئے علم دین کو معاشی علوم و فنون سے بھی غافل نہیں رکھا گیا۔ ساتھ ساتھ عبادت کا حکم بھی دیا گیا۔ یہ عبادت ہی ہمیں نفسیاتی بیماریوں سے بھی بچاتی ہے اور سکون دیتی ہے۔ بندہ مومن کی عبادت کا مقصد تقویٰ اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ ایک دفعہ کسی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اللہ نے جنت اور بخشش کا وعدہ کیا ہے پھر کیوں اتنی عبادت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں اللہ کا فرمانبردار (بندہ) نہ بنوں؟ قرآن میں ہے۔ ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (سورۃ الفاطر)

یہ بھی ضروری ہے کہ علم کو پھیلایا جائے۔ تبلیغ کی جائے۔ حدیث ہے:

ترجمہ: مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو اس کو آگے پہنچا دو اس کی تبلیغ کرو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری خطبہ کے موقع پر فرمایا:

ترجمہ: جو حاضر ہیں وہ ان تک یہ بات پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

اور حصول علم کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے

کہ ماں کی گود سے قبر میں اترنے تک علم حاصل کرو۔ مطلب تا زندگی اس کی تگ و دو جاری رکھو۔ ویسے بھی ایک ہی شخص پوری دنیا میں آپ کو تبدیل کر سکتا ہے وہ ہیں آپ خود۔ کیونکہ انسان جب خود سے کوئی بھی وعدہ کر لیتا ہے تو دل و جان سے اس کو پورا کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

ترجمہ: ہر انسان کو اتنا دیا جاتا ہے جتنی اس نے کوشش کی۔

کوشش کرتے رہنا فرض ہے۔ ویسے بھی علم امیر کے لئے زینت اور غریب کے لئے دولت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اپنے اساتذہ کا احترام دل سے کریں۔ علم دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آپ کے اساتذہ چھوٹی عمر سے ہی بچوں کے ذہنوں کی تشکیل اور پرورش میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان کا کام آسان نہیں ہے، اور اکثر ان ہیروز کو وہ محبت اور تعریف نہیں ملتی جس کے وہ مستحق ہیں۔ 5 اکتوبر کو دنیا بھر میں اساتذہ کا دن منایا جاتا ہے۔ جس کا مقصد بھی ان کی محنت کو تسلیم کرنا اور خراج تحسین پیش کرنا ہے۔ تاکہ ان کو اپنی قدر پتہ چلے کہ وہ عام لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ صرف 5 اکتوبر کو ہی نہیں بلکہ ہر وقت ہر دور میں استاد قابل احترام ہیں اور رہیں گے۔

"بحیثیت معلم:

ترجمہ: کہ میں (استاد) معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اسلامی نظام تعلیم میں استاد کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ معلم کی ذات ہی علمی ارتقاء سے وابستہ ہے۔ نئی نسل کے مستقبل کی تعمیر کے سلسلے میں استاد کی مثال ایک کسان اور باغبان کی سی ہے۔ جو ہمارے روشن مستقبل کی آبیاری کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے یہ الفاظ بھی معلم کی اطاعت اور اہمیت کے عکاس ہیں۔

"استاد دراصل قوم کے محافظ ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اور ان کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انہی کے سپرد ہے، سب محنتوں سے اعلیٰ درجے کی محنت اور کارگزاریوں میں سے زیادہ بیش قیمت کارکردگی معلموں کی ہے۔ معلم کا فرض سب سے زیادہ مشکل اور اہم ہے کیونکہ تمام قسم کی اخلاقی اور مذہبی نیکیوں کی کلید اس کے ہاتھ میں ہے اور ہر قسم کی ترقی کا سرچشمہ اس کی محنت ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استاد کے بارے میں فرمایا:

"عالم کا حق یہ ہے کہ اس کے آگے نہ بیٹھو اور ضرورت پیش آئے تو سب سے پہلے اس کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جاؤ"۔

مندرجہ بالا آیات، احادیث اور واقعات سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ ہمارے دین نے صدیوں پہلے ہی اس کی آگاہی اور شعور پیدا کر دیا تھا کہ استاد قابل احترام ہستی ہیں۔ ان کے لئے ہر دن عزت و احترام کا دن ہے، نہ کہ صرف 5 اکتوبر۔ اس کی مثال ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کی پیروی میں ہماری فلاح اور نجات بھی ہے۔ اور انعام کے طور پہ جنت کی نوید بھی ہے۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا کرے (آمین)۔

نام محمد ﷺ سے خوشبوئے وفا آتی ہے

ان کے روضے سے امتی امتی کی صدا آتی ہے

کاش بیٹھیں ہم بھی مدینے کی گلیوں میں

کہتے ہیں کہ وہاں جنت سے ہوا آتی ہے

☆......☆......☆

صبر کرنے کا انعام

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

نبی مکرم شفیع معظم حضور سید نا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا:

"اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد مقدس فرماتا ہے:" جب میں اپنے مؤمن بندے کی اہل دُنیا سے کسی محبوب چیز کو اٹھاتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کی میرے ہاں جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں"۔

مشکوٰۃ المصابیح حدیث نمبر 1731

حضرت بلال حبشیؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور وہیں بس گئے۔ ایک عرصے کے بعد خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور فرمایا: "بلال ہمیں ملنا کیوں چھوڑ دیا؟"۔ آنکھ کھلتے ہی مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

کئی دن کی مسافت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے۔ مسجد میں حاضری دی اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچے۔ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اہل مدینہ نے کہا ایک بار وہی اذان سنا دیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ والی۔ معذرت کی کہ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔

لوگوں نے حسنین کریمینؓ سے کہلوایا، اب انکار ناممکن تھا۔

اذان شروع کی تو اہل مدینہ رو پڑے، دل قابو میں نہ رہے، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تازہ ہو گیا۔ عورتیں، بچے سب گھروں سے نکل آئے۔ غم سے نڈھال، بے قرار ہچکیاں بندھ گئیں۔ جب کہا: "اشھد ان محمد رسول اللہ" لوگ چیخیں مار کر رونے لگے۔

حضرت بلالؓ کی نظر منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی، منبر خالی تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں تھے۔ خالی منبر دیکھ کر گر پڑے، بے ہوش ہو گئے۔ اذان مکمل نہ کر سکے، ہوش میں آئے تو اٹھے اور روتے ہوئے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

یا اللہ ان جیسی محبت ہمارے بھی دلوں میں بھر دے۔ آمین۔

☆......☆......☆

سارا جہاں ہے مدح خواں

غیر مسلموں کا خراجِ عقیدت

اسلام کی تعلیم ہے فرمان محمد ﷺ

ضیا فتح آبادی، مہر لال سونی

پردے ابھی آنکھوں پہ جہالت کے پڑے ہیں

پائے تو کوئی کس طرح پایان محمد ﷺ

اسلام کی تعلیم ہے فرمان محمد ﷺ

توحید کا نشہ ہے عرفان محمد ﷺ

ملتی ہے یہاں روح کو برنائی و تسکیں

ہے سایۂ حق، سایۂ دامان محمد ﷺ

دامِ ہوس و حرص سے ہوتے ہیں جو آزاد

ملتا ہے انہیں منصب خاصان محمد ﷺ

گھٹتی گئی کوتاہیٔ چشم و دلِ انساں

بڑھتی ہی گئی شوکت دیں، شان محمد ﷺ

ہر نقشِ قدم اس کا نشانِ سرِ منزل

سب قافلے والے ہیں ثنا خوانِ محمد ﷺ

لکھی گئی دنیا میں ضیا نورِ یقیں سے

انسان کی تاریخ بعنوان محمد ﷺ

☆......☆......☆

ہے جو کائنات میں شاہکار اسی شاہکار کی بات ہے

سوم مور بٹوی، سوم ناتھ

ہے جو کائنات میں شاہکار، اسی شاہکار کی بات ہے

جو قیام گاہ رسول ﷺ ہے، یہ اسی دیار کی بات ہے

شب و روز میری زبان پر اسی بزمِ نور کے ذیل میں

کبھی آستانے کا ذکر ہے، کبھی رہ گزار کی بات ہے

ہے خزاں کی حد سے بلند جو، ہے دوام جس کی بہار کو

یہ اسی مدینے کا ذکر ہے، اسی لالہ زار کی بات ہے

جسے رہا صبحِ ازل سے ہے، وہ سحر بھی دیکھیں گے آنکھ سے

ذرا دم تو لے دلِ مبتلا، فقط انتظار کی بات ہے

ہے قدم میں جس کے شہنشہی، ہوئی ختم جس پر پیمبری

وہ جو تاج بخشِ زمانہ ہے، اسی تاجدار کی بات ہے

یہ شرف اسی کا ہے بانیٔ ﷺ، جو عقیدت اس کو ہے آپ ﷺ سے

بھلا نعت کہنا بھی سوم کے کہیں اختیار کی بات ہے

☆......☆......☆

مدینہ کی زمیں سے عرشِ اعظم تک اجالا ہے

ساقی سہارن پوری، شنکر لال

فلک پر دھوم تھی، وہ شاہ عالم آنے والا ہے

مدینہ کی زمیں سے عرشِ اعظم تک اجالا ہے

ہجوم انجم سے تھی صورت آرائشِ محفل

ہر اک جا چاندنی کے فرش کا نقشہ نرالا ہے

کھڑے ہیں صف بہ صف سب ہی ادب سے اپنے موقع پر

بہم مل کے تختِ عرش کاندھوں پر سنبھالا ہے

ہوئی کافور نور مصطفیٰ ﷺ سے شرک کی ظلمت

سیاہی سے ندامت کی دلِ کفار کالا ہے

صفات ذات احمد ﷺ لکھ سکوں، کیا میری طاقت ہے

خیالِ اہلِ دانش جب یہاں مکڑی کا جالا ہے

☆......☆......☆

سیاحِ عرش، سازِ کون و مکان ہے تو ﷺ

مخمور جالندھری، گور بخش سنگھ

پھیلا افق پہ نورِ رسالت مآب ﷺ کا

ہیبت سے منہ اترنے لگا آفتاب کا

سیاحِ عرش، سازِ کون و مکاں ہے تو

روح الامیں ہے نام ترے ہمرکاب کا

وحدت کا اک مغنیٔ آتش نوا ہے تو

ہر نغمہ کفر سوز ہے تیرے رباب کا

تاروں میں روشنی ہے تو پھولوں میں تازگی

یہ وقت ہے ظہورِ رسالت مآب ﷺ کا

ظلمت کدوں میں ہیں سحرِ نو کی پاشیں

یہ فیض ہے ولادتِ ختمی مآب ﷺ کا

مخمور کیفِ نورِ رسالت سے مست ہوں

سب جانتے ہیں، میں نہیں خوگر شراب کا

☆......☆......☆

لکھتا ہے آج مجھ کو سراپا حضور ﷺ کا!

شاد دہلوی، وشنو کمار

جلوہ دکھا دے مجھ کو خدایا حضور ﷺ کا

لکھتا ہے آج مجھ کو سراپا حضور ﷺ کا

آنکھوں میں ہے حضور ﷺ کے جلووں کا سلسلہ

جنت کو جھانکتا نہیں خادم حضور ﷺ کا

چمکے گا چاند بن کے یہ تربت میں حشر تک

دل میں ہے میرے داغِ تمنا حضور ﷺ کا

حسرت ہے، یہ حضور ﷺ کے قدموں میں جان دوں

ارمان ہے کہ دیکھ لوں جلوہ حضور ﷺ کا

دل شاد و فیض یاب زیارت سے وہ بھی ہو

ہے جان و دل سے شاد بھی شیدا حضور ﷺ کا

☆☆☆

کرم تم دیکھنا چل کر لبِ کوثر محمد ﷺ کا

ستا، لالہ لچھمن نرائن

نہ ہوتا گر ثنا خواں خالقِ اکبر محمد ﷺ کا

تو ہوتا خلق پر رتبہ عیاں کیوں کر محمد ﷺ کا

محمد ﷺ کی بشارت دینے کو پیغمبری پائی

غرض ممنون ہے ہر ایک پیغمبر محمد ﷺ کا

جبیں سائی کی حسرت، جبہ سائی کے یہ ارماں ہیں

ہمارا سر ہو یارب اور ہو سنگِ در محمد ﷺ کا

یہاں سیراب زمزم سے کیا ہے تشنہ کاموں کو

کرم تم دیکھنا چل کر لبِ کوثر محمد ﷺ کا

بس اوصافِ حمیدہ کا خلاصہ اے ستا یہ ہے

ہوا ہے کوئی اب تک اور نہ ہو ہمسر محمد ﷺ کا

☆......☆......☆

طاقت کہاں بشر کی لکھے شان مصطفیٰ ﷺ

عاشق ہوشیارپوری، بخشی رانجھا

طاقت کہاں بشر کی، لکھے شان مصطفیٰ ﷺ
جب آپ ﷺ ہی خدا ہو ثنا خوان مصطفیٰ ﷺ
سارا جہان نور سے معمور ہوا ہے
چمکا جو آکے نیر عرفان مصطفیٰ ﷺ
قید غم و الم سے ملی مخلصی اسے
ہو کر رہا جو تابع فرمان مصطفیٰ ﷺ
ہو یا الٰہی امت بیکس کی بخششیں
تا زندگی رہا یہی ارمان مصطفیٰ ﷺ
اعمال نامے خلق کے ہاتھوں میں ہوں تو ہوں
تھامے ہوئے رہوں گا میں صرف دامان مصطفیٰ ﷺ
عاشق نبی ﷺ کے عشق میں زر کی تو بات
میری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ ﷺ

☆......☆......☆

قرب خدائے پاک ہے قربت رسول ﷺ کی

عیش الہ آبادی، رامیشور ناتھ

یہ اوج یہ شرف یہ فضیلت رسول ﷺ کی
قرب خدائے پاک ہے قربت رسول ﷺ کی
دل محو ہے ہمارا مدینے کی سیر میں
گھر بیٹھے ہو رہی ہے زیارت رسول ﷺ کی
سو بار ہوگا اس پہ کرم ذات پاک کا
اک بار ہوگی جس پہ عنایت رسول ﷺ کی
جن کے دلوں میں حسرت دیدار خلد ہو
طیبہ میں جا کے دیکھیں وہ جنت رسول ﷺ کی
گمراہ مجھ کو عیش کوئی کر سکے گا کیا
روشن ہے دل میں شمع عقیدت رسول ﷺ کی

☆......☆......☆

یہی نور ازل خود غایت امکان عالم تھا

کمال کرتارپوری، جگن ناتھ

یہی نور ازل خود غایت امکان عالم تھا
یہی وہ نور تھا جو باعث تخلیق آدم تھا
یہی دنیائے محزوں میں چراغ خانۂ غم تھا
یہی وہ روشنی تھی جس سے کفر و جہل رم تھا
یہی پیغمبروں میں منتقل ہوتا رہا برسوں
یہی سب ہادیان خلق کا تھا رہنما برسوں
اعمال اصفیاء کا خلاصہ رسول ﷺ تھے
اوصاف اولیا کا خلاصہ رسول ﷺ تھے
افضال انبیاء کا خلاصہ رسول ﷺ تھے
تخلیق کبریا کا خلاصہ رسول ﷺ تھے
اب اور وصف گوہر مقصود کیا کروں
اس حسن بے حدود کو محدود کیا کروں

☆......☆......☆

بن گئی ہے اب تو میری زندگی یادِ رسول ﷺ

عرش صہبائی

چٹکیاں لیتی ہے دل میں ہر گھڑی یاد رسول ﷺ
بن گئی ہے اب تو میری زندگی یاد رسول ﷺ
دفعتاً یہ دل مثال غنچہ گل کھل گیا
جب دور یاس و غم میں آگئی یاد رسول ﷺ
کل بھی یہ چھائی ہوئی تھی جان و دل پر سر بہ سر
اور رگ رگ میں بسی ہے آج بھی یاد رسول ﷺ
اس سے پہلے بزم ہستی کیا تھی؟ اک ظلمت کدہ
دے گئی ہے شمع دل کو روشنی یاد رسول ﷺ

☆......☆......☆

محمد ﷺ رہنمائے انس و جان ہے

فضا، گوبند پرشاد

محمد ﷺ رہنمائے انس و جاں ہے
رسول کبریائے دو جہاں ہے
وہ ہے مہر سپہر رہنمائی
حبیب بارگاہ کبریائی
لقب ہے سید کونین ذیشان
خدا قرآں میں ہے اس کا ثنا خواں
جہاں میں زینت آدم ہے اس سے
بنائے دین حق محکم ہے اس سے
اسی کا پاس خاطر تھا خدا کو
کیا پیدا جو اس ارض و سما کو
ہوا انگشت کا جس دم اشارہ
کیا اعجاز سے مہ کو دو پارہ
نبی ایسا کوئی دنیا میں پیدا
نہ تھا آگے، نہ اب ہے اور نہ ہوگا

☆......☆......☆

ہے خلد بریں روضہ پرنور کا خاکہ

کیفی، برجموہن دتاتریہ

یوں روشنی ایماں کی دے دل میں کہ جیسے
بطحا سے ہوا جلوہ فگن نور خدا کا
ہے حامی و ممدوح مرا شافع عالم ﷺ
کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روز جزا کا
ہو شوق نہ کیوں نعت رسول دوسرا ﷺ کا
مضموں ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا
تھی بعثت محمود خداوند کو منظور
تھا پھل وہ بشارت کا، نتیجہ نہ دعا کا
پہنچایا ہے کس اوج سعادت پہ جہاں کو
پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غار حرا کا
معراج ہو مومن کو نہ کیوں اس کی زیارت
ہے خلد بریں روضہ پہ نور کا خاکہ
دے علم و یقیں کو مرے رفعت شہ عالم ﷺ
نام اونچا ہے جس طرح حرا اور صفا کا

☆......☆......☆

الطیبہ
ALTAIBA
INTERNATIONAL
حج عمرہ سے پہلے اور حج عمرہ کے بعد
حج عمرہ کا مکمل سامان
احرام
احرام بیلٹ
زم زم
عجوہ
مبروم
قرآن مجید
قرآن پین
اسلامی کتب
مردانہ احرام
بچگانہ احرام
لیڈیز احرام
احرام بیلٹ
حاجی سوپ
حاجی شیمپو
پیپر سوپ
ٹوپی
تسبیح
کاؤنٹر
جائے نماز
خالص شہد اور مرکبات
100 امپورٹڈ عطریات
مسواک اور مسواک ہولڈر
کیلوری فری مٹھاس
آب زم زم
عجوہ
مبروم
عنبر
قلمی
مدینہ منورہ کی کھجوریں
پاکستانی و ایرانی کھجوریں
حجاب
اسکارف
برقعے
چادریں
تیمم باکس (پاک مٹی)
مسنون کفن، غسل کِٹ
پورے پاکستان سے ڈسٹری بیوشن کے لئے رابطہ کریں

5 اکتوبر۔ اساتذہ کا عالمی دن

سلام ٹیچر

روبینہ اصغر

کتنی محبتوں سے پہلا سبق پڑھایا
میں کچھ نہ جانتا تھا سب کچھ مجھے سکھایا
پہنچا دیا فلک تک استاد نے یہاں سے
واقف نہ تھا ذرا بھی اتنے بڑے جہاں سے

بلاشبہ اُستاد اس معاشرے میں ایک کلیدی کردار کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے ایک اچھے اُستاد کی وجہ سے ہی پروان چڑھتے ہیں۔ معلمی پیشہ پیغمبری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیائے کرام علیہ السلام کیلئے اس پیشے کا انتخاب کیا۔

استاد ایک فرد کو زمین کی اتھاہ گہرائیوں سے ثریا کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک اُستاد ہی انسان کو زمانے کی اونچ نیچ کا شعور دیتا ہے اچھے بُرے کی تمیز سکھاتا ہے، اچھائی برائی کی پہچان کراتا ہے۔ ایک اُستاد بہترین تربیت کار بھی ہے۔ غرض اُستاد کی جتنی بھی عظمت بیان کی جائے وہ کم ہے۔ اُستاد کے ان احسانات کا بدلہ تو نہیں چکایا جاسکتا۔ ان کو خراجِ تحسین تو پیش کیا جاسکتا ہے لہٰذا اس مقصد کے لئے ہر سال 5 اکتوبر کو "سلام ٹیچر ڈے" کے نام سے دن منایا جاتا ہے۔

اُستاد کے اندازِ تربیت کے سلسلے میں درج ذیل حکایات پیشِ نظر ہیں:۔

ایک دفعہ ایک شہزادہ اپنے اُستادِ محترم سے سبق پڑھ رہا تھا۔ اُستادِ محترم نے اسے دو جملے پڑھائے۔ جھوٹ مت بولو، غصہ نہ کرو۔ کچھ دیر کے وقفے کے بعد شہزادہ کو سبق سنانے کو کہا گیا تو شہزادے نے جواب دیا کہ ابھی سبق یاد نہیں ہو سکا۔ اُستاد نے یہ سنا تو اسے دوسرے دن سبق سنانے کو کہا۔ اُستادِ محترم کے سامنے شہزادہ پھر یہ عذر پیش کر رہا تھا کہ سبق ابھی تک یاد نہیں ہو سکا۔ تیسرے دن چھٹی تھی اُستاد نے کہا کہ کل چھٹی ہے لہٰذا کل لازمی سبق یاد کر لینا بعد میں میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔ چھٹی کے بعد اگلے دن بھی شاگرد خاص سبق سنانے میں ناکام رہا۔ اُستادِ محترم نے یہ خیال کیے بغیر کہ شاگرد ایک شہزادہ ہے غصے سے چلا اٹھے اور طیش میں آ کر ایک تھپڑ رسید کر دیا کہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ اتنے دنوں سے دو جملے یاد نہیں ہو سکے۔ تھپڑ کھا کر ایک دفعہ تو شہزادہ گم سم ہو گیا پھر بولا کہ اُستادِ محترم سبق یاد ہو گیا۔ اُستاد کو بہت حیرت ہوئی کہ پہلے تو سبق یاد نہیں ہو رہا تھا اور تھپڑ کھاتے ہی فوری سبق یاد ہو گیا۔ شہزادہ عرض کرنے لگا کہ اُستادِ محترم آپ نے مجھے دو باتیں پڑھائی تھیں۔ جھوٹ نہ بولو اور غصہ نہ کرو۔ جھوٹ بولنے سے تو میں نے اسی دن توبہ کر لی تھی لیکن غصہ نہ کرو یہ مشکل کام تھا۔ بہت کوشش کرتا تھا کہ غصہ نہ آئے لیکن غصہ آ جاتا تھا۔ اب جب تک میں غصے پر قابو پانا نہیں سیکھ جاتا تو کیسے کہہ دیتا؟ کہ سبق یاد ہو گیا۔ آج جب آپ نے تھپڑ مارا تو یہ تھپڑ بھی میری زندگی کا پہلا تھپڑ تھا۔ اسی وقت میں نے اپنے دل و دماغ میں غور کیا کہ غصہ آیا کہ نہیں؟ غور کرنے پر مجھے محسوس ہوا کہ غصہ نہیں آیا۔ آج میں نے آپ کا بتایا ہوا دوسرا سبق کہ غصہ نہ کرو بالکل سیکھ لیا ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے آپ کا دیا ہوا سبق مکمل طور پر یاد کر لیا ہے۔ آئندہ آنے والی زندگی میں بھی اسے یاد رکھوں گا اور بھرپور طریقے سے اس پر عمل بھی کروں گا۔

اسی طرح ایک اور حکایت ہے کہ ایک اُستاد اکثر اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا کہ یہ دین بڑا قیمتی ہے۔ ایک روز ایک طالب علم کا جوتا پھٹ گیا۔ وہ ایک موچی کے پاس گیا اور کہا کہ میرا جوتا مرمت کر دو اس کے بدلے میں، میں تمہیں دین کا ایک مسئلہ بتاؤں گا۔ موچی نے کہا۔ اپنا مسئلہ رکھ اپنے پاس مجھے جوتا مرمت کرنے کے پیسے دے۔ طالب علم نے کہا میرے پاس پیسے تو نہیں ہیں۔ موچی کسی صورت نہ مانا اور بغیر پیسے کے جوتا مرمت نہ کیا۔ طالب علم اپنے استاد کے پاس گیا اور سارا واقعہ سنا کر کہا۔

"لوگوں کے نزدیک دین کی قیمت کچھ بھی نہیں"۔ استاد عقل مند تھا طالب علم سے کہا۔ "اچھا تم ایسا کرو میں تمہیں ایک موتی دیتا ہوں تم سبزی منڈی جا کر اس کی قیمت معلوم کرو"۔ وہ شاگرد موتی لے کر سبزی منڈی پہنچا اور ایک سبزی فروش سے کہا اس موتی کی قیمت لگاؤ۔ اس نے کہا کہ تم اس کے بدلے یہاں سے دو تین لیموں اٹھا لو۔ اس موتی سے میرے بچے کھیلیں گے۔

وہ بچہ اُستاد کے پاس آیا اور کہا کہ اس موتی کی قیمت دو یا تین لیموں ہے۔ اُستاد نے کہا۔ اچھا اب تم اس کی قیمت سنار سے معلوم کرو۔ وہ گیا اور پہلی ہی دکان پر جب اس نے موتی دکھایا تو دکان دار حیران رہ گیا۔ اس نے کہا اگر تم میری پوری دکان بھی لے لو تو بھی اس موتی کی قیمت پوری نہ ہوگی۔

طالب علم نے اپنے اُستاد کے پاس آ کر سارا ماجرا سنایا۔ اُستاد نے کہا۔ بچے! ہر چیز کی قیمت اس کی منڈی میں لگتی ہے۔ دین کی قیمت اللہ تعالیٰ کی منڈی میں لگتی ہے۔ اس قیمت کو اہلِ علم ہی سمجھتے ہیں۔ جاہل کیا جانیں دین کی قیمت کیا ہے۔

یہ اُستاد کا اندازِ تربیت ہی ہے جو وہ ایک سُلجھے ہوئے شاگرد معاشرے کو عطا کرتا ہے۔ اُستاد بادشاہ نہیں ہوتا لیکن اپنے شاگردوں کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔

رہبر بھی یہ ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے
اُستاد یہ قوموں کے ہیں معمار ہمارے

☆......☆......☆

استاد

دنیا کی سب سے بڑی بدعنوانی یہ ہے کہ استاد کو پڑھانا نہ آتا ہو، وہ اپنی کلاس میں وقت پر نہ آتا ہو، کلاس میں صرف وقت ضائع کرتا ہو اور بچوں کو ان کا حق نہ دیتا ہو، صرف ڈگریاں حاصل کرنے کا نام استاد نہیں ہوتا، اگر آپ کا مزاج، ظرف، خود شناسی اور اندازِ گفتگو Communication Skills and Motivational Attitude استادوں والا نہ ہو تو پھر خدا کے واسطے ٹیچنگ میں نہ جائیں کیونکہ استاد یا تو نسلوں کو بنا دیتا ہے یا پھر نسلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

☆......☆......☆

احساس

فون سن کر وہ پریشان ہو گئے کیونکہ......

تسنیم جعفری

عمار بہت خوش تھا کیونکہ آج اس کی سالگرہ تھی اور اس کے ابو نے اسے لیپ ٹاپ لے کر دینے کا وعدہ کیا تھا تاکہ وہ سکول کا کام مکمل کر کے سکول ٹیچر کو دکھا سکے اور فارغ وقت میں وڈیو گیمز بھی کھیل سکے۔ عمار شہر کے سب سے مہنگے سکول میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا، اس کے ابو ایک بڑے بزنس مین تھے اس لئے عمار کی ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ اسی لئے وہ بہت ضدی اور خود سر ہو گیا تھا۔ آج تو خصوصی طور پر اپنے ابو اور امی سے فرمائش کر رہا تھا اور سلمان ایک کونے میں بیٹھا سب کچھ حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ عمار کی امی نے ہال کمرے میں آ کر ایک طائرانہ نظر ڈالی جو خصوصی طور پر سالگرہ کے لئے تیار کیا گیا تھا، انہیں کچھ کمی محسوس ہوئی تو وہ زور سے چیخیں:

"سلو...... او سلو کے بچے، غبارے کہاں ہیں؟ جلدی لے کر آ......!" سلمان عرف سلو جو اپنے تئیں سارے کام کر چکا تھا اور ابھی تھک کر بیٹھا تھا جلدی سے بھاگا ہوا آیا جو عمار سے بھی کم عمر تھا۔

"جی مالکن، کیا ہوا؟"

"کیا ہوا کیا مطلب، تمہیں دکھائی نہیں دے رہا کہ ابھی تک غبارے نہیں لگے، وہ کیا تمہارا باپ آ کر لگائے گا۔"

"تجھے نہیں معلوم کہ آج میری سالگرہ ہے، اور ہر کام وقت پر مکمل ہونا چاہیے"۔ عمار بھی اس کو پیچھے سے ایک ٹھڈا لگاتے ہوئے بولا۔

"مالکن...... وہ، وہ غبارے تو چھوٹو چاچا نے لا کر لگانے تھے، ابھی تک لائے نہیں۔" سلمان پریشانی سے بولا۔

"بیگم یہ کیا طریقہ ہے بچے سے بات کرنے کا...... آپ نے تو اس کا اچھا بھلا نام بھی بگاڑ دیا ہے"۔ ابو بولے جو ساری بات سنتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تھے۔ امی دھیمی پڑ گئیں کیونکہ ابو کے سامنے وہ اسے ڈانٹنے سے پرہیز کرتی تھیں، انہوں نے سلمان کو اپنے کمرے میں جانے کو کہا جو دراصل سٹور روم تھا۔ وہ ابھی سلمان کو اس کے کمرے میں بھیجنا نہیں چاہتی تھیں کیونکہ کام بہت پڑا تھا لیکن اپنے شوہر کے سامنے وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں۔ سلمان اپنے کمرے میں جا کر چارپائی پر بیٹھ گیا، اس کا دل بھر آیا تھا اور وہ اپنے والدین کو یاد کرنے لگا، ان کے ساتھ بیتا ہوا ایک ایک لمحہ اسے تنہائی میں بہت یاد آتا تھا۔

سلمان ایک یتیم بچہ تھا، اس کے والدین کئی سال پہلے ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے تھے۔ سلمان کے والد عمار کے ابو کے کاروباری شراکت دار تھے جن کے انتقال کے بعد عمار کے ابو اس کو اپنے گھر لے آئے تھے کیونکہ اس کا اور کوئی قریبی رشتہ دار نہیں تھا، اس طرح عمار کے ابو سارے کاروبار کے اکیلے مالک بن گئے تھے، وہ سلمان کو لائے تو اپنا بیٹا بنا کر تھے لیکن انہوں نے بھی اس کے ساتھ اپنے بچوں جیسا سلوک نہیں کیا تھا، بلکہ عمار کی امی نے تو اسے اپنا نوکر ہی بنا کر رکھا تھا، اس کو رہنے کے لئے الگ کمرے کے بجائے سٹور روم میں جگہ دی گئی تھی، اپنے بیٹے کے پرانے کپڑے پہننے کے لئے دیتی تھیں اور گھر بھر کا بچا کچا جھوٹا کھانا اس کو کھانے کے لئے دیا جاتا تھا۔ اس بات پر کئی بار چاچا نے اعتراض بھی کیا کیونکہ پہلے یہ سب کچھ انہیں ملتا تھا، دل ہی دل میں وہ سلمان کے دشمن بھی ہو گئے تھے کیونکہ اب ان کے بچوں کا حق سلمان کو مل جاتا تھا۔

سلمان کی اس حالت زار پر عمار کے ابو نے کئی بار دکھ کا اظہار بھی کیا کہ اس بچے کو تعلیم دلانا چاہیے تھی، لیکن عمار کی امی نے انہیں یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ اگر یہ بچہ پڑھ لکھ گیا تو بڑا ہو کر اپنا حق مانگے گا، اپنی اس جائیداد اور کاروبار کا قانونی اور شرعی حق دار ہو گا جو اب آپ کے قبضے میں ہے، تو سوچیں کہ کیا آپ اس کو اپنا کاروباری شراکت دار بنا لیں گے...... یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ اب وہ اپنے کاروبار میں اپنے بیٹے کے علاوہ کسی کو بھی شریک نہیں کر سکتے، اس لئے وہ اس یتیم بچے کو نوکر بنا کر رکھنے پر رضامند ہو گئے تھے، لیکن اس سے بد اخلاقی سے پیش آنے پر کبھی کبھی اعتراض بھی کر دیا کرتے تھے کہ بد اخلاقی کا مظاہرہ تو کسی نوکر کے ساتھ بھی روا رکھنا جائز نہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے عمار نے میٹرک بھی پاس کر لیا، اس کے ابو نے اس کی ضد پر اس کو ہیوی بائیک دلا دی تھی جس پر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ اکثر ویلنگ کرتا پایا جاتا تھا۔ ایک دن اس کے ابو کو فون پر اطلاع ملی کہ عمار کا ویلنگ کرتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں ہے۔ اس کے ابو اور امی فوراً ہسپتال پہنچے تو دیکھا ان کا اکلوتا بیٹا آئی سی یو میں زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے، اس کی یہ حالت دیکھ کر امی بے ہوش ہو گئیں، انہیں بھی فوراً ایمرجنسی میں لے جایا گیا۔ ابو کی حالت بھی ابتر

تھی لیکن انہیں حوصلہ رکھنا تھا اور اپنے بیوی بچے کو سنبھالنا تھا۔

ان کے ایک دوست عمار کو دیکھنے کے لئے ہسپتال آئے اور انہیں تسلی دینے لگے تو ان کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہوگیا اور دوست کے کندھے سے لگ کر رونے لگے۔تھوڑی دیر رو کر جب دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو بولے:

''حافظ صاحب! میرے بچے کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے،ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے کہ سر پر بہت گہری چوٹ آئی ہے دعا کیجیے حافظ صاحب ،ہماری اکلوتی اولاد کو کچھ ہوگیا تو ہم جیتے جی مر جائیں گے۔''ابو زاروقطار رونے لگے۔

''حوصلہ رکھیں ملک صاحب، اللہ بہت کارساز ہے،کوئی نہ کوئی سبیل بنادے گا،آپ صدقہ دیں اور کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھیں ہوسکتا ہے کہ اس یتیم کے صدقے ہی اللہ آپ کے بچے کی جان بخش دے۔''حافظ صاحب کی یہ بات سن کر ملک صاحب چونک گئے۔

''حافظ صاحب کیا واقعی یتیم کا خیال کرنے میں اتنا ثواب ہوتا ہے کہ اللہ مرتے ہوئے کی جان بخشی بھی کرسکتا ہے؟''۔

''جی ہاں ملک صاحب!ہم نے اپنے دین اور شریعت کی باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اسی لیے بھٹک رہے ہیں،آپ کو علم نہیں کہ یتیم کی سرپرستی کرنے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اللہ تعالیٰ نے کس قدر تاکید کی ہے،قرآن میں متعدد جگہ یتیموں کے ساتھ روا رکھی جانے والی زیادتیوں کے بارے میں سخت وعیدیں سنائی ہیں،اور ان کا مال ہڑپ کرنے کو بڑا گناہ اور پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف کہا ہے،یتیم کے مال کے قریب جانے سے بھی روکا ہے سوائے اس کے کہ یتیم کے جوان ہونے تک اس کے مال کا خیال رکھو۔اس حوالے سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،ترجمہ ''مسلمانوں(مسلم معاشرے) میں سب سے بہتر گھر وہ ہے،جس میں کوئی یتیم رہائش پزیر ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو،اور مسلمانوں میں سب سے بُرا گھر وہ ہے،جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔''(صحیح بخاری،137)

عمار کے ابو یہ حدیث سن کر نہایت شرمندہ ہوئے،امی بھی پیچھے سے سنتی ہوئی آگئی تھیں جو تھوڑی سی طبی امداد کے بعد ہوش میں آگئی تھیں،ملک صاحب اللہ کے سخت عذاب سے ڈر کر رونے لگے کہ وہ بھی ایک یتیم کا مال ہڑپ کیے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ بُرا سلوک بھی کرتے ہیں،پھر امی کو غصے سے دیکھنے لگے جنھوں نے ایک یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کرنے پر انہیں اکسایا تھا،

امی بھی شرمندہ شرمندہ سی آکر ان کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

''آپ لوگ گھر جاسکتے ہیں،یہاں آئی سی یو کے باہر رش لگانے کی اجازت نہیں ہے۔''ڈاکٹر نے ان سب کو بیٹھا دیکھ کر کہا۔

''لیکن ڈاکٹر صاحب ہمارا بچہ اندر موت اور زندگی کی کشمکش میں ہے،ہم اسے اس حالت میں چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں؟''امی بے تاب ہوکر بولیں۔

''یہ ہماری ذمہ داری ہے،ہم خود مریض کا خیال رکھیں گے،یہاں صرف ایک فرد ٹھہر سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں ٹھہروں گی اپنے بچے کے پاس،آپ جاکر تھوڑا آرام کرلیں۔''عمار کی امی نے اپنے شوہر سے کہا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر حافظ صاحب کے ساتھ باہر چلے گئے کیونکہ انہیں سلمان کا بھی خیال آگیا تھا کہ گھر پر اکیلا ہوگا۔

جب عمار کے ابو گھر پہنچے تو رات کے دس بج رہے تھے اور تیز بارش ہورہی تھی،انہوں نے سب سے پہلے سٹور روم میں جاکر جھانکا کہ سلمان کا حال پوچھیں تو دیکھا وہ اپنے بستر پر نہیں تھا،وہ حیران ہوکر ادھر ادھر دیکھنے اور سلمان کو ڈھونڈنے لگے کہ انہیں چارپائی کے نیچے سے سلمان کا پیر نظر آیا،انہوں نے جلدی سے نیچے جھانکا تو سلمان گھٹنوں میں سر دے کر روتا روتا سو گیا تھا،شاید بجلی کی کڑک اور بارش سے ڈر گیا تھا۔انہوں نے اس کا پیر ہلایا تو وہ چونک کر اٹھ گیا اور ابو کہتا ہوا عمار کے ابو سے لپٹ کر رونے لگا،وہ ابھی تک خوفزدہ تھا۔وہ اللہ کے خوف سے ڈر کر کانپ رہے تھے کہ انہوں نے اپنے دوست کے یتیم بچے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

''میں آگیا ہوں بیٹا، میرے بچے سلمان میں تمہارا ابو ہوں ڈرو نہیں!''ملک صاحب نے سلمان کو خوب پیار کیا اور اسے لے کر اپنے کمرے میں آگئے۔نرم اور گرم بستر پر لیٹتے ہی اسے نیند آگئی۔ملک صاحب اسے سکون سے سوتا دیکھ کر مطمئن ہوگئے،پھر اٹھ کر وضو کیا اور دو نفل برائے استغفار پڑھ کر بہت دیر تک اللہ کے حضور معافی مانگتے رہے کہ وہ کتنا بڑا گناہ کررہے تھے،دینی و دنیاوی تعلیم ہونے کے باوجود وہ اس شرعی پہلو سے انجان رہے،اس عرصہ میں اپنے بچے کو بھول ہی گئے تھے ،وہ تو بس ایک یتیم کے ساتھ اپنے گھر میں ہونے والے بُرے سلوک کے بارے میں ہی سوچتے رہے اور اپنے مرحوم دوست کی روح سے شرمندہ ہوتے رہے کہ کس طرح انہوں نے دوست کی میت کو کاندھا دیتے ہوئے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے اکلوتے

زمزم و کوثر و تسنیم نہیں لکھ سکتا
یہ قلم آپ کی تعظیم نہیں لکھ سکتا
میں اگر سات سمندر بھی نچوڑوں راحت
آپؐ کے نام کی اک میم نہیں لکھ سکتا

راحت اندوری مرحوم

اور لاڈلے بیٹے کو وہ اپنا بیٹا بنا کر رکھیں گے۔بستر پر لیٹ کر بھی وہ ندامت کے آنسو بہاتے رہے اور سوئے ہوئے سلمان کے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے،انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ان ہی سوچوں میں کھو جانے کب ان کی آنکھ لگ گئی تھی۔صبح سویرے امی کے فون سے ان کی آنکھ کھلی وہ کہہ رہی تھیں!

''ملک صاحب عمار کو ہوش آگیا ہے،اور ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اب وہ خطرے سے باہر ہے،ملک صاحب آپ سن رہے ہیں نا...... ہمارا بیٹا جلد ٹھیک ہوجائے گا،آپ فوراً ہسپتال پہنچیں۔''امی جذباتی انداز میں کہہ رہی تھیں،''اور ہاں آتے ہوئے سلمان بیٹے کو بھی ساتھ لے آئیے گا۔''امی نے یہ کہہ کر فون بند کردیا۔ملک صاحب نے سب سے پہلے اٹھ کر شکرانے کے نفل ادا کیے اور پھر سلمان کو لے کر ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆......☆......☆

ثنا خالد

اقتباس: وہ سوال یاد کرتے کرتے خاموش ہو گیا تھا......

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارے یہ ایک دم چپ کیوں ہو گیا، خاموشی سے سبق دہرانا تو اس کے لئے مشکل ہوتا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے ابو کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ عبداللہ کی کتابیں کمرے میں بکھری ہوئی تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ آئین پاکستان کے نکات یاد کرتے ہوئے یا س کے سبق کی آخری سطر تھی جسے زور زور سے دہرانے کے بعد عبداللہ خاموش ہو گیا تھا۔ بکھری ہوئی کتابوں کو سیدھا کرتے ہوئے ابو نے کہا۔ ”لگتا ہے آج میرا بیٹا پڑھتے ہوئے تھک گیا ہے“۔

”نہیں ابو ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل میں آج کے سبق کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا“۔ عبداللہ نے گہری سوچ سے باہر آتے ہوئے جواب دیا اور ہاتھ میں پکڑی کتاب سے دوبارہ سبق دہراتے ہوئے سوال کیا ”ہندو، عیسائی، یہودی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے اس لئے غیر مسلم کہلاتے تو کیا یہ قادیانی بھی اللہ کو نہیں مانتے؟“۔

تو ابو نے جواب دیا ”پیارے بیٹے یہ لوگ اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ برصغیر پر جب برطانیہ کی حکومت تھی اس وقت سیالکوٹ کے قریب ایک گاؤں تھا جس کا نام قادیان تھا، وہاں کے رہنے والے ایک شخص نے خود کو کہا کہ میں نبی ہوں۔ یہ فتنہ کمزور ایمان والوں کو بہکانے کا سبب بنا“۔

عبداللہ نے ہاتھ میں پکڑی کتاب ایک طرف رکھ دی اور کہا ”ابو فرعون نے بھی تو خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا“۔

”ہاں بالکل۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ بات سمجھانے کے لئے اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے۔ نبوت کا یہ سلسلہ ہمارے پیارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوا، پاکستان کے آئین میں یہ بات 7 ستمبر 1974ء کو شامل کی گئی اور اسی لئے پاکستان میں یہ دن یوم ختم نبوت کے طور پر بھی منایا جاتا ہے، جس کا مقصد ہے کہ ہم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ کوئی بھی شخص جو ایسا دعویٰ کرے وہ باطل ہے“۔ ابو کی بات سن کر عبداللہ کو یاد آیا اس بار کوئز ڈے پر ان کے استاد نے انہیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث یاد کرنے کو دی تھیں جن سے متعلق سوال پوچھے جانے تھے۔ اس وقت کی یاد کی گئی احادیث میں سے ایک اسے یاد آئی جو اس نے فوراً ابو کو سنائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا“۔

یہ حدیث سن کر ابو نے مسکرا کے عبداللہ کی طرف دیکھا اور پیار سے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے شاباش دی اور کہا پیارے بیٹے جانتے ہو خاتم النبیین ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت ہی عظیم اور خاص لقب بھی ہے اور منصب بھی۔ اس کا مفہوم اس کے نام سے ظاہر ہے کہ سب سے آخری نبی، یعنی اب کوئی اور رسول نہیں آئے گا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں عبادت کر رہے تھے جب اللہ کے فرشتے حضرت جبرائیل وحی لے کر حاضر ہوئے اور کہا کہ مبارک قبول کیجئے اب آپ اللہ کے رسول ہیں، اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔ نبوت ملنے کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختیاں برداشت کر کے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ حج الوداع کے موقع پر اپنے آخری خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب اللہ اور سنت، انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ خطبہ مکمل کرنے کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب لوگوں سے پوچھا، کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟ تو سب نے جواب دیا یقیناً یقیناً۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ گواہ رہنا میں نے اپنا کام مکمل کر دیا ہے۔ اور اس کے بعد دیگر مناسک حج ادا کرتے ہوئے سورت مائدہ کی آیات نازل ہوئیں جس میں اللہ نے فرمایا کہ: آج میں نے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا:

جانتے ہو بیٹے کہ ہمارے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مکمل نمونہ ہے۔ جو کتاب کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جس طرح ایک چھوٹا بچہ اپنے والدین کو دیکھ کر بولنا اور چلنا پھرنا سیکھتا ہے، ایسے ہی اچھا مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل کریں کیونکہ ان کے بعد اور کوئی رسول نہیں آئے گا۔

☆......☆......☆

جنگ یمامہ کیوں لڑی گئی؟

انتخاب: عبدالنافع

جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کے نتیجے میں لڑی گئی۔ جہاں 1200 صحابہ کرامؓ کی شہادت ہوئی، اور اس فتنے کو مکمل مٹا ڈالا۔

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ خطبہ دے رہے تھے: ''لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے، اہل بدر ہوں، یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو''۔

بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ فرمایا: ''مدینہ میں کوئی نہ رہے حتیٰ کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکر کو گھسیٹ کر لے جائیں''۔

صحابہ کرام کہتے ہیں کہ اگر علی المرتضیٰؓ سیدنا صدیق اکبرؓ کو نہ روکتے تو وہ خود تلوار اٹھا کر یمامہ کا رخ کرتے۔

13 ہزار کے مقابل بنوحنیفہ کے 70000 جنگجو اسلحہ سے لیس کھڑے تھے۔

یہ وہی جنگ تھی جس کے متعلق اہل مدینہ کہتے تھے: ''بخدا ہم نے ایسی جنگ نہ کبھی پہلے لڑی، نہ کبھی بعد میں لڑی''۔

اس سے پہلے جتنی جنگیں ہوئیں بدر، احد، خندق، خیبر، موتہ وغیرہ صرف 259 صحابہ کرام شہید ہوئے تھے۔ ختم نبوت کے دفاع میں 1200 صحابہؓ کٹے جسموں کے ساتھ مقتل میں پڑے تھے۔

اے قوم! تمہیں پھر بھی ختم نبوت کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

☆☆☆

انصار کا وہ سردار ثابت بن قیس ہاں وہی جس کی بہادری کے قصے عرب وعجم میں مشہور تھے۔ اس کی زبان سے جملہ ادا ہوا:

''جس کی یہ عبادت کرتے ہیں میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں''۔

چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا جب وہ اکیلا ہزاروں کے لشکر میں گھس گیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک اس کے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی جہاں شمشیر وسناں کا زخم نہ لگا ہو۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لاڈلا بھائی...... ہاں وہی زید بن خطابؓ جو اسلام لانے میں صف اول میں شامل تھے انہوں نے مسلمانوں میں آخری خطبہ دیا:

''واللہ! میں آج کے دن اس وقت تک کسی سے بات نہ کروں گا جب تک کہ انہیں شکست نہ دے دوں یا شہید نہ کر دیا جاؤں''۔

اے قوم! تمہیں پھر بھی ختم نبوت کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

☆☆☆

وہ بنوحنیفہ کا باغ ''حدیقۃ الرحمان'' تھا جس میں اتنا خون بہا کہ اسے ''حدیقۃ الموت'' کہا جانے لگا۔ وہ ایسا باغ تھا جس کی دیواریں مثل قلعہ کے تھیں۔ کیا عقل یہ سوچ سکتی ہے کہ ہزاروں کا لشکر ہو اور براء بن مالک کہیں:

''لوگو! اب ایک ہی راستہ ہے، تم مجھے اٹھا کر اس قلعے میں پھینک دو، میں تمہارے لئے دروازہ کھولوں گا''۔

اس نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر منکرین ختم نبوت کے اس لشکر جرار کو دیکھا اور پھر تن تنہا اس قلعے میں چھلانگ لگا دی۔

قیامت تک جو بھی بہادری کا دعویٰ کرے گا یہاں وہ بھی سر پکڑ لے گا!!!

ایک اکیلا شخص ہزاروں سے لڑ رہا تھا۔ ہاں اس نے دروازہ بھی کھول دیا اور پھر مسلمانوں نے منکرین ختم نبوت کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اے قوم! کاش کہ تم جان لیتے کہ تمہارے اسلاف نے اپنی جانیں دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا دفاع کیا ہے۔

کاش تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صحابہؓ کے جذبوں کا علم ہوتا جو ایک مٹھی بھر جماعت کے ساتھ حدنگاہ تک پھیلے لشکر سے ٹکرا گئے۔

☆☆☆

قادیانیت ایک بہت بڑے فتنے کی صورت میں نمودار ہے۔ پس ہر صاحب ایمان کے ذمے ہے کہ وہ اس کے سدباب کی کوششوں میں شریک ہو۔

اے مسلمانو، تحفظ ختم نبوت کے جہاد میں اپنا اپنا کردار ادا کرو تاکہ قیامت کے دن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ میری آپ سب سے التماس ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس داستان عشق وقربانی کو تمام مسلمانوں کے سامنے رکھنے کی غرض سے اس تحریر کو آگے منتقل کرنے کیلئے اپنا کردار ادا کیجئے۔

انشاءاللہ تعالیٰ حضور خاتم النبیین خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت حرمت اور آبرو کی خاطر جاگتے رہیں کیونکہ اسی میں نجات ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

☆......☆......☆

پھول کتاب گھر

مدثر مرزا ۔ تہذین طاہر

تبصرے کے لئے دو جلدوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب: سیرت محبوب ﷺ رب العالمین
مصنف: بشریٰ رحمن

قیمت: درج نہیں۔ ناشر: قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل۔ یثرب کالونی بینک سٹاپ والٹن روڈ لاہور کینٹ۔ فون: 0300 - 0515101 / 0323-4393422

محترمہ بشریٰ رحمن صاحبہ حسن تحریر کے فن سے آشنا تھیں۔ لفظ شناسی ان کے مزاج میں رچی بسی ہوئی تھی وہ قرطاس و قلم کے سفر میں، راستے کے تمام سنگ ہائے میل سے واقف تھیں۔ وہ جذبات کی عکاسی کے ہنر کو بھی بخوبی جانتی تھیں۔ انہوں نے نبی پاک ﷺ کی 23 سالہ نبوی زندگی کا احاطہ اپنی اس تصنیف "سیرت محبوب ﷺ رب العالمین" میں نہایت محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ محترمہ بشریٰ رحمن کا ادبی اسلوب عقیدت میں ادب و قلم کے ساتھ سیرت نگاری میں ایک نئی جہت کا ثبوت ہے۔ محترمہ کی اس تصنیف نذرانہ عقیدت میں جمال تحریر عنوان بندی سے لے کر جملہ بندی تک جاری و ساری ہے۔ نکاح والدین، رسول اللہ ﷺ کے لئے عنوان "ازلی ملاپ" سیدہ عائشہؓ پر منافقین کے بہتان اور برأت کے واقعے کا عنوان "افق تا افق" اور وفات رسول اللہ ﷺ کے لئے عنوان "نور ہوتا ہے فنا بھی" حسن کاری کے چند نمونے ہیں۔ محترمہ بشریٰ رحمن نے بھرپور کوشش کی کہ وسعت معلومات کے ساتھ اس تصنیف کو قارئین کے لئے مفید بنایا جائے اور ساتھ ساتھ آسان الفاظ کا استعمال ان کی کتاب کو مزید پرکشش بنا دے۔ امید کی جاتی ہے کہ بشریٰ رحمن کی یہ تصنیف قارئین کو حضور پاک ﷺ کی زندگی سے متعلق آگاہی فراہم کرے گی۔ اہل علم اس سے استفادہ کریں گے اور سیرت نگاری شائع ہونے والی کتابوں میں اسے ایک اہم کتاب تصور کیا جائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بشریٰ رحمن صاحبہ کی قبر پر کروڑوں رحمتوں کا نزول کرے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے۔ (آمین)

نام کتاب: رحمۃ للعالمین ﷺ (انسائیکلو پیڈیا مکتوبات)
تحقیق: علامہ عبدالستار عاصم

قیمت: درج نہیں۔ ناشر: قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل۔ یثرب کالونی، بینک سٹاپ لاہور۔ فون نمبر: 0300-0515101 / 0323-4393422

کتاب کے بارے میں پیر سید شوکت حسین شاہ چوراہی کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو جو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری کا شرف حاصل کرکے اپنے ارشادات سے نوازا، اسی طرح ان لوگوں تک بھی اپنے پیغامات پہنچائے جو حاضری کے شرف سے محروم رہے۔ ان پیغامات کے مقدس دامنوں میں جس طرح اسلام کی دعوت کے لعل و جواہر بکھرے ہوئے ہیں، اسی طرح ان کی شکنوں میں گرانقدر نصائح، سیاسی نکات اور اصول جہاں بانی و حکمرانی کے بیش بہا موتی بھی گندھے ہوئے ہیں۔

علامہ عبدالستار عاصم کی زیر نظر کتاب "مکتوبات رحمۃ للعالمین ﷺ" ان تمام خطوط اور معاہدوں کا مجموعہ ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ ممالک کے حکمرانوں اور عرب کے قبائلی سرداروں کے نام ہجرت کے بعد تحریر فرمائے۔ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی تمام تحریروں کو ایک جگہ جمع کرکے ان بیش بہا منتشر موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ اور اب یہ خطوط اور معاہدے ایک شیرازہ بند کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ ان خطوط اور معاہدوں سے قارئین کو علم ہوسکے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں کس طرح کا ذہنی، فکری اور عملی انقلاب برپا کیا، اور انسانیت کے لئے کیسے کیسے زریں اصول وضع فرمائے، تمدن اور معاشرت کو کن راہوں پر ڈالا اور انسانیت کے فطری تقاضوں کی کس حد تک تکمیل فرمائی۔ بلاشبہ زیر نظر کتاب ایک بیش بہا علمی خزانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معتبر تحفہ بھی ہے۔ جو علامہ عبدالستار عاصم نے امت محمدیہ کے ہر فرد کو پیش کیا ہے۔ طلباء اور علماء کو اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

نام کتاب: سیرت رحمت عالم ﷺ
تالیف: پروفیسر عبدالقیوم۔ تحقیق و تخریج: حافظ محمد فیاض الیاس

قیمت: 500/- روپے۔ ناشر: بزم اقبال 2 کلب روڈ لاہور۔ فون نمبر 042-99200851 - 0335-6347530

سیرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موسوم یہ کتاب پروفیسر عبدالقیوم کی تالیف "تاریخ اسلام" کا ایک حصہ ہے۔ پروفیسر صاحب مرحوم عربی و اسلامی علوم کے بہت بڑے عالم، محقق اور استاد تھے۔ ان کی ساری زندگی انہی علوم کی خدمت میں گزری۔ انہوں نے سکول و کالج کے طلبا کیلئے اسے مرتب کیا۔ تاہم یہ عام قارئین کیلئے بھی بے حد مفید ہے۔ یہ کتاب کئی اعتبار سے سیرت کی دوسری کتابوں سے نمایاں ہے۔ زیر نظر کتاب خاص طور پر تاریخ اسلام کے طالب علموں کے لئے مرتب کی گئی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کو ہر لحاظ سے مکمل اور مفید بنایا جائے۔ مستند تاریخی معلومات درج کی گئی ہیں اور ہر جگہ طلبہ کی ضروریات اور معیار کا خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب میں چند ضروری نقشہ جات بھی شامل کر دیے گئے ہیں تاکہ واقعات کو سمجھنے میں طلبہ کو آسانی ہو۔

مؤلف کتاب عربی و اسلامی تحقیق میں بڑا ملکہ رکھتے تھے۔ اس لیے ان کی ہر کاوش بڑی مستند، معتبر اور معلومات افزا ہے۔ اس کتاب میں واقعات کا تجزیہ، تحلیل اور اسباب و علل کو نہایت خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف طلباء کے لئے بلکہ ہر شخص کی معلومات میں اضافہ اور اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو بخوبی سمجھنے کے لئے بہترین ہے۔

نام کتاب: سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف: علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی

قیمت: درج نہیں۔ ناشر: صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37350476

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ورفعنا لک ذکرک۔ گزشتہ چودہ سو سال سے سرکار دو عالم، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر پوری دنیا میں تصنیف و تالیف کا کام جاری ہے اور شائع ہونے والی کتب کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ ایک بحر بے کراں ہے۔ قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوتا رہے گا۔ کتابیں لکھی جاتی رہیں گی مگر تمام اوصاف حمیدہ کا احاطہ کرنا ممکن نہ ہوسکے گا۔ لیکن عشق محمد ﷺ سے سرشار اہل قلم سیرت طیبہ پر لکھ کر نہ صرف اپنے عشق و محبت کا ثبوت دیتے رہیں گے بلکہ سیرت نگاروں کی صف میں جگہ پا کر اپنے لئے جنت بھی کماتے رہیں گے۔ زیر نظر کتاب موجودہ دور میں لوگوں کی مصروفیات اور مطالعہ کے لیے کم وقت دستیاب ہونے کی وجہ سے مختصر لکھی گئی ہے۔ لیکن جامعیت کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ ابتداء میں تابعین کے دور سے گیارہویں صدی تک سیرت نگار محدثین و مصنفین کے اسماء گرامی کی فہرست اہم ہے۔ ساتھ میں سن وفات بھی لکھا گیا ہے۔ کتاب کو مختلف اکیس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جو بالترتیب اس طرح ہیں۔ نسب، بچپن، اعلان نبوت سے پہلے کے کارنامے، اعلان نبوت سے ہجرت تک، مدینہ میں آفتاب رسالت کی تجلیاں، ہجرت کا پہلا سال، مسجد قبا، ہجرت کا دوسرا سال، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں، آٹھواں اور ہجرت کا نواں سال (سن 9 ہجری) ہجرت کا دسواں سال، حجۃ الوداع، ہجرت کا گیارہواں سال، سن 11 ہجری، شمائل و فضائل، اخلاق نبوت، متعلقین رسالت ﷺ، معجزات نبوت ﷺ اور اکیسواں باب امت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق۔۔۔۔ان ابواب سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جبکہ ان ابواب کے ذیلی موضوعات کے تحت مزید تفصیل پیش کی گئی ہے۔ سیرت کی اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ طالب علموں اور محققین کے لیے حوالے کا ذریعہ بھی ہے۔

نام کتاب: پیام سیرت
مصنف: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

قیمت: 400/- روپے۔ ناشر: صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37350476

کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کا دل رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت سے معمور نہ ہو۔ یہ دنیا میں ایمان کی علامت اور آخرت میں نجات کا سہارا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی قیامت تک انسانیت کے لیے اسوہ نمونہ ہے۔ سیرت پر بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور یہ سلسلہ مسلسل جاری و ساری ہے۔ زیر نظر کتاب "پیام سیرت، عصر حاضر کے پس منظر میں" بھی سیرت پر لکھی جانے والی کتابوں کی کڑی میں شامل ہے۔ اس مجموعہ کو چار ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب مطالعہ سیرت کے مبادی پر ہے، جس میں سیرت کے مطالعہ کا طریقہ کیا ہونا چاہیے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا باب حیات طیبہ ﷺ، ایک نظر میں، تیسرا باب البتہ کتاب کا عطر اور نچوڑ ہے۔ جس کا عنوان ہے "سیرت نبوی ﷺ، سبق آموز پہلو" جبکہ چوتھا باب رسول اللہ ﷺ کے امت پر حقوق اور آپ پر ایمان کی نسبت سے ہماری ذمہ داریوں کے متعلق ہے۔ کتاب کے آخر میں ختم نبوت کے حوالے سے بھی چند مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ المختصر "پیام سیرت" اپنے اندر ایک انمول خزانہ سموئے ہوئے ہے۔ سیرت پر لکھی جانے والی ہر کتاب اہل قلم کے جذبات کی عکاسی کرتی پائی جاتی ہے۔ قارئین کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ایسی کتابوں کا مطالعہ لازمی کریں خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو ایسی کتابیں تحفہ دیں۔

سنت نبوی ﷺ کے مطابق اپنی زندگی کے اصول ترتیب دیں تاکہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے۔

نام کتاب: تحفۂ درود و سلام
مرتب: علامہ محمد اعجاز احسن

ہدیہ: 380/- روپے، ناشر: صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ فون نمبر: 0321-4771504/042-37350476

زیر نظر کتاب نایاب درود و سلام کا خوبصورت انتخاب ہے۔ کتاب میں درود پاک ترجمے کے ساتھ شامل کیے گئے ہیں۔ تحفۂ درود و سلام میں جو درود شامل کیے گئے ہیں ان میں: درود رضا، درود شفاء، درود اسم اعظم، درود تنجینا، حضرت علیؓ کا درود شریف، درود ابراہیمی، درود ہزارہ، درود غوثیہ، درود قرآنی، درود حصول رحمت، درود امام شافعی، درود کمالی، درود برائے شفاعت رسول، درود تاج، درود ماہی، درود لکھی، درود جمالی، درود مصطفیٰ کے علاوہ اور کئی درود اس میں کتاب کا حصہ ہیں۔ اس کتاب میں چھوٹی چھوٹی کئی دعائیں بھی شامل ہیں۔ اللہ کے خاص بندوں کی خدمت میں سلام کا نذرانہ بھی اس کے ذریعہ پیش کیا گیا۔ زیر نظر کتاب کے آخر میں استغاثہ اور مناجات شامل ہیں۔ یہ کتاب درود و سلام کے حوالے سے ایک مکمل مجموعہ ہے۔ جس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

نام کتاب: تحفۂ ناموس رسالت ﷺ
مصنف: پیر محمد امین الحسنات شاہ

قیمت: 700 روپے، ناشر: صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ فون: 0300-9433099

اسلام کے خلاف سازشوں کا سلسلہ چودہ صدیوں سے جاری ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے میں بھی کئی فتنوں نے سر اٹھایا۔ کفار نے سازشیں کیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ کفار جب اسلام کو ختم کرنے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اسلام کی روح نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ سے عشق و محبت ہے۔ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں یہ موجود ہے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس لیے کفار جھوٹے نبی سامنے لائے اور ناموس رسالت ﷺ پر حملے کیے اور مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ اس کے لیے قادیانیت سمیت کئی فتنے لانچ کیے گئے۔ کمزور ایمان اور عقیدے کے لوگ اس کا شکار بھی ہوئے اور اپنا ایمان اور آخرت خراب کر بیٹھے۔ علماء کرام اور اولیاء عظام نے ان تمام فتنوں کی سرکوبی کے لیے علمی، عملی و قلمی جہاد کیا اور کفار کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں نہایت تفصیل اور قرآن و سنت، اجماع امت، مذاہب عالم، قومی و عالمی قوانین اور عقلی دلائل کی روشنی میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ مختلف ابواب کے عنوانات اور ذیلی تفصیلات سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو یہ ہیں۔ تعظیم و تکریم رسالت مآب ﷺ قرآن مجید کی روشنی میں، مقام حبیب کبریا احادیث کی روشنی میں، توہین رسالت کیا ہے؟ عہد نبوت میں گستاخان کو سزا، عہد صحابہ میں گستاخان کا انجام، توہین رسالت کی سزا آئمہ فقہ کی آراء کے تناظر میں، مذاہب عالم میں مقدس شعائر کی توہین کا حکم اور سزا، برصغیر کے غازیان ناموس رسالت ﷺ، مرتد اور اس کے قتل کی شرعی حیثیت، قانون ناموس رسالت ﷺ کا ارتقائی جائزہ اور اس کے تحت درج مقدمات کا جائزہ اور اعتراضات کا محاکمہ، تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور آستانہ عالیہ بھیرہ شریف۔ فکری مطالعے کا ازالہ۔۔۔ اس کتاب کا ہر مسلمان کو مطالعہ کرنا چاہیے۔

نام کتاب: رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف: جی سنگھ دارا (سکھ)

قیمت: 450 روپے، ناشر: صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37350476

پیغمبر الانام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک سکھ مصنف کا نذرانہ عقیدت ہے۔ ''پھول'' کے اس خاص شمارے میں غیر مسلم مصنفین اور اہم شخصیات کی طرف سے نثر اور ہندو و سکھ شعراء کی طرف سے شعری نذرانہ عقیدت کا مختصر حصہ بھی شامل ہے۔ زیر نظر کتاب سکھ مصنف جی سنگھ دارا کی تصنیف ہے۔ یہ تمام تحریریں اور تصانیف دلیل ہیں کہ ہمارے پیارے نبی واقعی رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں۔ اس کتاب کے بارے معروف عالم دین سید سلیمان ندوی کی معتبر رائے پیش خدمت ہے۔

''اس کتاب کے مصنف جناب جی ایس دارا (بی ایل، بیرسٹرایٹ لا، لاہور) سے لندن میں ملنے جلنے کا اکثر اتفاق ہوا۔ ان کی بے تعصبی اور توحید پرستی دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ ہندوستان کے مختلف فرقوں میں ایسی انسانیت و محبت کے چند افراد پیدا ہو جائیں تو آپس کے ہندی کی باہمی الفت کی دیوار اس قدر مستحکم ہو جائے کہ باہر کے دشمن اس کو کبھی نہ توڑ سکیں۔

دارا صاحب نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح عمری بڑی بے تعصبی اور بے تعصبی کے رنگ میں لکھی ہے۔ کتاب کے حرف حرف سے عشق و محبت کے آب کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا قلم کس جوش و خروش کے دریا میں بہتا جا رہا ہے۔ میں نے اس کتاب کو شروع سے اخیر تک پڑھا اور ایک رواں کتاب کی حیثیت سے اس کو پسند کیا۔ ممکن تھا کہ یہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے اس سے زیادہ بلند پایہ پر بھی جا سکتی لیکن یہ ممکن تھا کہ کوئی مسلم اس سے زیادہ خلوص و عقیدت کی نذر دربار رسالت ﷺ میں پیش کر سکتا اور یہی اس کتاب کی بہترین خصوصیت ہے۔ اگر الفاظ اور طریقہ تعبیر میں کہیں کہیں غلطی ہو تو مفہوم و معنی پر نظر اور مصنف کے حسن نیت پر گمان نیک رکھنا چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رحمۃ اللعالمین ﷺ کے صدقے ہندوستان کے مختلف مذہبی فرقوں میں اتحاد و یکجہتی کی لہر پیدا کر دے اور ہر ایک کو دوسرے کے رہنماؤں اور راہبروں کی عزت و توقیر کی توفیق عطا فرمائے۔

نام کتاب: گلدستۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف: مولانا محمد شاکر علی نوری

قیمت: 300/- روپے، ناشر: صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37350476

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا موضوع ہے جس پر صدیوں سے کتابیں، مقالات، مضامین لکھے اور علماء، فقہاء اور خطیب اپنے بیانات کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ سیرت کی یہ کتاب بھی مصنف کی طرف سے اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت ہے۔ ان عنوانات کے تحت آمد خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا ظلمت کدہ تھی۔ قوم یہود (اسرائیلیں)، قوم انصاری (عیسائیوں)، قوم مجوس، اہل ہند، اہل عرب کے حالات، آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، کعبہ جھک گیا، محل کسریٰ لرز اٹھا، بت بول اٹھا، مقاصد بعثت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، تعلیم، تعلیم کی خصوصیات، معجزات، سراپا مبارک، اخلاق و عادات، مرغوب غذائیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں، امت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق، درود شریف کے فضائل، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت کے نام پیغام، آئینہ سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نسب شریف، اہم واقعات، سلاطین کے نام خطوط، اولاد، ازواج مطہرات، غزوات، عید میلاد کا ثبوت اور منانے کا طریقہ، صحابہ کرام میلاد کیسے مناتے تھے۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جیسے عنوانات کے تحت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کے پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ تعلیمی اداروں اور پبلک لائبریریوں میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

صبح نور پبلی کیشنز نے سیرت طیبہ اور متعلقہ موضوعات پر بہت اہم کتابیں شائع کی ہیں۔ سب کتابوں پر تبصروں کی اشاعت ممکن نہیں۔ درج ذیل کتب پر تبصرے آئندہ شمارہ میں شائع کیے جائیں گے۔ 1۔ اللہ، رسول، محمد، 2۔ رسول اللہ ﷺ کی انوکھی تصویر، 3۔ غزوہ احد، 4۔ صلح حدیبیہ، غزوہ خیبر، 5۔ غزوہ تبوک، فتح مکہ، 6۔ غزوہ بدر، 7۔ غزوہ خندق، 8۔ غزوہ حنین، 9۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، 10۔ گنبد خضریٰ اور اس کے مکین۔

نام کتاب: عقیدۂ ختم نبوت
مصنف: جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

قیمت: 500 روپے، ناشر: صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37350476

ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اپنے عالم شباب سے لے کر بڑھاپے کی دہلیز تک عقیدہ ختم نبوت کے دفاع اور رد مرزائیت کے لیے ایک جانگسل طویل جنگ لڑی۔ وہ جنگ آپ نے مجلہ ''ضیاء القرآن'' کے صفحات کے ذریعے لڑی، ضیائے حرم کے اداریوں اور دیگر مضامین کے ذریعے لڑی، اپنے شہر کے باسیوں کی دولت ایمان کو بچانے کے لیے بھیرہ شہر اور اس کے نواح کے ہر گلی محلہ میں لڑی، وہ جنگ قومی اور بین الاقوامی سطح کی کانفرنسز میں قرآن و سنت کے قطعی ثبوتوں، عقلی دلائل اور براہین قاطعہ کے زور پر لڑی، ملت اسلامیہ کے بکھرے ہوئے قافلوں کی شیرازہ بندی کے ذریعے لڑی، عالی فورمز پر نور بصیرت اور مختلف رسائل کے ذریعے لڑی، کرسی عدل پر بیٹھ کر علم عداوت سے لڑی۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ نے اپنی شبانہ روز محنت سے اسلام کے نیو روز جسور مجاہدوں کا ایک لشکر جرار تیار کیا جو آج دنیا کے کونے کونے میں عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کی جنگ پوری پامردی سے لڑ رہا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کے لیے حضور ضیاء الامت کی سنہری خدمات کا ایک وسیع سلسلہ ہے، جس کا احاطہ کرنا آسان نہیں۔ حضور ضیاء الامت کی تحریک ختم نبوت کے حوالے سے مساعی جمیلہ کی ایک جھلک اس کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جنہیں عزیز القدر محمد اعجاز احسن نے استفادہ عام کے لیے ایک جگہ جمع کر کے بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ تمام دوستوں سے میری درخواست ہے کہ اس کتاب کو خود بھی بار بار پڑھیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا ہے، وہ اپنے بچوں کو بھی عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے اہم باتیں لازمی یاد کروائیں تاکہ اگر ان کا واسطہ منکرین ختم نبوت سے پڑے تو وہ ان کے ہتھکنڈوں سے اپنی دولت ایمان کو بچا سکیں۔

صفحہ بتائیے

1۔محمد حامد مختار......پیر محل
2۔آسیہ امبر اعوان......مظفر گڑھ
3۔کرن شاہ......ملتان
4۔رابعہ امتیاز......جھنگ
5۔اقراء جاوید......سیالکوٹ

صفحہ بتائیے درست جوابات

1۔(II)۔7،(III)۔12،(IV)۔37،
(V)۔49

زبردست جملہ

اساور نور......نیو ملتان

میں جھکا نہیں، میں بکا نہیں
کہیں چھپ چھپا کے کھڑا نہیں
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر
مجھے ان صفوں میں تلاش کر

صفحہ بتائیے انعام پائیے

تہذین طاہر

ستمبر 2022ء میں شائع ہونے والے زبردست جملوں کی تصویر

تین بہترین کہانیاں

اوّل کہانی: تیرے بیٹے تیرے جانباز
لکھاری: شکیلہ مقبول

دوم کہانی: وطن ان کے لہو میں ہے
لکھاری: عائشہ طارق

سوم کہانی: پاک سرزمین
لکھاری: ایمان بشیر

اس ماہ کے جملے

1- سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے۔

2- روئے زمین پر وہ شخص پوری دنیا کا سردار بن گیا۔

3- ایک ایسا انقلاب آیا کہ قدیم عرب کی ہر رسم بدل گئی۔

4- دین کی قیمت اللہ تعالیٰ کی منڈی میں لگتی ہے۔

5- ہمیں واقعی ہر دن ہی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

مقابلے میں حصہ لینے والے تمام لکھاری اپنی تحریروں کے شروع میں واضح طور پر مقابلے کا نام لکھا کریں اور تحریر کے آخر میں انعام یافتگان اپنا مکمل پتہ، والد کا نام اور فون نمبر بھجوائیں۔ نامکمل پتہ ہونے کی صورت میں انعامات نہیں بھجوائے جائیں گے۔ انعامات اعلان کے دو ماہ بعد بھجوائے جاتے ہیں۔

ضروری اعلان

اس مرتبہ کوپن شائع نہیں کیے جا رہے۔ قارئین سادہ کاغذ پر سوالوں کے جواب لکھ کر بھجوا سکتے ہیں۔

انعامات کی برسات

محمد حامد مختار (پیر محل)، آسیہ امبر اعوان (مظفر گڑھ)، کرن شاہ (ملتان)، رابعہ امتیاز (جھنگ)، اقرا جاوید (سیالکوٹ)، خرم احمد (مانسہرہ)، محمد احمد مختار (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، احمد فاروق (لیہ)، ربیعہ چشتی (شیخوپورہ)، اریبہ ارم اعوان (کوٹ ادو)، ملک محمد احسن (راولپنڈی)، شفق نور (راولپنڈی)، محمد سعادت یٰسین (ڈیرہ غازی خان)، وجیہہ عمران (ڈیرہ غازی خان)، محمد توقیر یٰسین (ڈیرہ غازی خان)، اُم فرح (ڈیرہ غازی خان)، علیشبا ارشد (فیصل آباد)، اسوۃ سارہ (ننکانہ صاحب)، عبداللہ گوہر (گوجرانوالہ)، حارث نعیم (لاہور)، سعد عثمان طارق (اسلام آباد)، ماہم فیصل (پشاور)، محمد عبید اقبال (جھنگ)، ماہیر احمد (لاہور)، عائشہ بانو (سیالکوٹ کینٹ)، محمد علی قمر (شیخوپورہ)، گورش خان (خانیوال)، غلام مصطفےٰ عبدالغفور (نارووال)، خنساء فاطمہ (فیصل آباد)، علیبہ طارق عاصم (جڑانوالہ)، محمد طارق عاصم (جڑانوالہ)، نفیسہ طارق عاصم (جڑانوالہ)، انیسہ طارق عاصم (جڑانوالہ)، رامین احسن (سیالکوٹ)، تحریم سلمان (الفرقان سنٹر)، محمد عثمان راشد (بہاولپور)، ایم افضل (بورے والا)، عائشہ طارق (گجرات)، عبدالرؤف عالم (خانیوال)، محمد زبیر عمر ثاقب (لاہور)، علی حیدر (شیخوپورہ)، انیس الرحمٰن (گوجرانوالہ)، زوہیب طاہر (کوٹ ادو)، ادیبہ عزیز (میانوالی)، سونیا کنول (لیہ)، سید محمد رضا المصطفیٰ عمیر (وہاڑی)، حنیفہ عزیز (میانوالی)، نعمان تنویر (شیخوپورہ)، محمد بلال مختار (لاہور)، نوشابہ عامر (سکھیکی منڈی)، زینب طاہر (لاہور)، ایمان غضنفر، محمد زین عامر (سکھیکی منڈی)، محمد احمد جواد (سکھیکی منڈی)، آمنہ ریاض (سکھیکی منڈی)، محمد مصطفےٰ ہاشمی (رحمان پورہ)، نبیل احمد (کلور کوٹ)، حبہ نایاب (سکھیکی منڈی)، تحریم فاطمہ (میانوالی)، طٰہٰ یاسین (حیدر آباد)، ایمن عابد (جھنگ صدر)، حفی اسلام (کوٹ ادو)۔

شیخ سعدیؒ کے اقوال

☆ حقیقی بڑا تو وہ ہے جو اپنے ہر چھوٹے کو پہچانتا ہو اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ہو۔
☆ جس مظلوم کو بادشاہ سے انصاف نہ مل سکے اسے خدا انصاف دلاتا ہے۔
☆ آخرت میں نیکیوں کے مطابق مرتبے ملتے ہیں اس لیے نیکی کرو۔
☆ احساس کیا ہے؟ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا۔
☆ نیک نیت کی وجہ سے کام نیک اور بری نیت کی بدولت برا ہو جاتا ہے۔
☆ نصیحت اگرچہ ناخوشگوار ہوتی ہے لیکن اس کا انجام خوشگوار ہوتا ہے۔
☆ ظالم جب تک ظلم نہیں چھوڑتا اس کے حق میں کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

☆☆☆

اعمال کا دارومدار

وہ سب سے مہنگی چیزیں لائی تھی کیونکہ......

عطرت بتول

حنا اسکول کے بعد شام کو ایک اکیڈمی میں پڑھنے جاتی تھی۔ حنا کا تعلق ایک امیر گھرانے سے تھا جبکہ اس کے ساتھ پڑھنے والی زیادہ تر لڑکیاں متوسط گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان میں سے کچھ لڑکیاں حنا کی قیمتی چیزوں سے بہت متاثر ہوتی تھیں۔ حنا کے کپڑوں جوتوں اور بیگ وغیرہ کی بہت تعریف کرتی تھیں اور حنا اس پر بہت خوش ہوتی تھی، کچھ عرصے سے ملک میں سیلاب کی وجہ سے برے حالات تھے۔ اکیڈمی کی پرنسپل نے سب طالبات اور اپنے اسٹاف سے کہا کہ ہمیں سیلاب میں گھرے لوگوں کی مدد کرنی چاہیے کسی بھی انسان کی مشکل وقت میں مدد کرنا بہت ثواب کا کام ہے اور اللہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے، پھر پرنسپل صاحبہ نے طے کیا کہ سب ایک ہفتہ تک روزانہ ایسے پیکٹ بنائیں جس میں سیلاب زدگان کے لیے ضرورت کی چیزیں ہوں۔ جو جتنا دے سکتا ہے آسانی سے وہ یہاں لے آئے کھانے کی چیزیں، کپڑے، دوائیں، کمبل وغیرہ۔ سب طالبات نے پرنسپل صاحبہ سے کہا کہ ٹھیک ہے ہم آج سے ہی یہ کام شروع کر دیں گے۔ سب لڑکیاں پرنسپل صاحبہ کی باتوں سے بہت متاثر ہوئی تھیں کہ نیکی کے کام سے کتنی روحانی خوشی ملتی ہے جب تکلیف میں گھرے لوگوں کی مدد ہوگی تو وہ خوش ہو گئے اور اس سے اللہ خوش ہوگا لیکن حنا تو کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔

اگلے دن سب لڑکیاں اپنے گھر سے چیزیں لے کر آ گئیں۔ چھوٹے بچوں کے کپڑے جو ان کے بہن بھائیوں کے تھے اور قابل استعمال تھے۔ ان کی ماؤں نے دھو کر استری کر کے دیے تھے کچھ لڑکیاں آٹا اور دال چاول کے تھیلے لائی تھیں کچھ برتن اور ادویات، اب سب اکیڈمی کے ہال میں پرنسپل کی نگرانی میں پیکٹ بنا رہی تھیں۔ پرنسپل صاحبہ نے کہا کہ یہ پیکٹ بھوکے بچوں میں تقسیم کیے جائیں گے، حنا بھی یہ سب دیکھ رہی تھی لیکن اس کا ذہن کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔ اچانک پرنسپل صاحبہ نے پوچھا "حنا آپ کا سامان ابھی تک نہیں آیا۔ آپ کے پاس دو دن ہیں اس کے بعد امدادی سامان لینے والوں کی گاڑی آ جائے گی"۔

"میری گاڑی بھی سامان لے کر آ جائے گی" حنا نے بے نیازی سے جواب دیا۔

اصل میں حنا سب پر اپنی امارت کی دھاک بٹھانا چاہتی تھی اور ایسی منفرد چیزیں دینا چاہتی تھی کہ سب کی آنکھیں کھلی رہ جائیں۔ اس کے پیش نظر لوگوں کی پریشانی یا تباہی نہیں تھی، جس دن امدادی سامان لے جانے والوں کی بڑی سی گاڑی اکیڈمی پہنچی، اسی وقت حنا بھی اپنی گاڑی اور ڈرائیور کے ساتھ پہنچی۔ پرنسپل صاحبہ لڑکیوں کے ساتھ سامان رکھوانے کے بعد حنا کی طرف متوجہ ہوئیں اور بولیں "حنا لے آئی آپ سامان؟"۔

"جی" حنا نے کہا اور بولی "ڈرائیور اپیزا کے پانچ سو پیکٹ نکالو"۔

"پیزا" لڑکیوں کے منہ حیرت سے کھل گئے "اور ہاں چاکلیٹ کے ڈبے بھی نکالو" اس کے بعد حنا نے بہت اچھے برانڈ کے مہنگے نئے پچاس سوٹ بھی نکلوائے، پرنسپل صاحبہ نے کہا "حنا ان برانڈ سوٹوں کے بجائے سادہ اور اچھی کوالٹی کے بہت سے سوٹ اور اشیا آسکتی تھیں"۔

"اصل میں مجھے سستی چیزیں خریدنے کی عادت نہیں ہے" حنا نے ناک چڑھا کر کہا۔

حنا اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی۔ لڑکیاں تو لڑکیاں ٹیچرز بھی مرعوب ہو گئی تھیں۔ سب پر اس کی امارت کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔

رات کو وہ امی جان اور ابو جان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہی تھی، ابو جان امی سے کہہ رہے تھے "میری بیٹی کتنی نیک ہے، مجھے بہت خوشی ہوئی کہ سیلاب سے تباہ حال بچوں کو دیکھ کر اس کو اتنا ترس آیا۔ اس نے جتنے پیسے مانگے میں نے اسے دے دیئے"۔

"اور ہاں ابو جان اب سب سے زیادہ ثواب مجھے ہی ملے گا نا؟"۔

پھر وہ ہنس ہنس کر بتانے لگی کہ کوئی لڑکی اپنی ماں

کے اور کوئی اپنے بہن بھائیوں کے پرانے کپڑے لے آئی اور کوئی صرف آٹے کے صرف دو تھیلے۔

''بری بات'' امی جان نے کہا، ''اچھی نیت سے کی گئی چھوٹی سی نیکی بھی اللہ کے ہاں بہت اجر رکھتی ہے''۔

''نیت''، حنا بولی، ''چیزیں تو سب کو نظر آتی ہیں، نیت تو نظر نہیں آتی''۔

''نیت وہ دیکھتا ہے جس نے ہم سب کو بنایا ہے۔ وہ ہمارے دل کے اندر کی سب باتیں جانتا ہے''۔

''میری چیزیں پوری اکیڈمی کی لڑکیوں سے مہنگی تھیں'' حنا بولی۔

''مجھے سچ سچ بتاؤ یہ سب سامان تم نے کیوں دیا'' امی جان نے ذرا سختی سے پوچھا۔

''اس لیے امی جان کہ میری چیزیں سب سے اچھی ہوں، سب لڑکیاں اور ٹیچرز میری تعریف کریں اور مجھ سے متاثر ہوں، اس طرح مزا آتا ہے نا امی جان''، حنا اطمینان سے بولی۔

''کیا تم نے وہ حدیث نہیں سنی کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے (صحاح ستہ)، تمہاری نیت نیکی کرنے اور کسی کی مدد کرنے کی بالکل نہیں تھی۔ بلکہ دکھاوا، شو آف کرنے کی تھی۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نہیں، تباہ حال لوگوں کی مدد کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو ان سے الگ اور امیر ظاہر کرنے کے لیے کی، اس نیت سے کیا گیا عمل حدیث نبوی کی رو سے قبول نہیں، تم نے دکھاوا کیا۔ لڑکیوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کی کوشش کی''۔ امی جان بہت ناراض لگ رہی تھیں وہ اٹھ کر چلی گئیں۔

اب امی جان کے احساس دلانے پر حنا شرمندہ تھی۔

ابو جان نے حنا سے کہا ''تم نماز پڑھ کر اللہ سے معافی مانگو، میں ان چیزوں کی فہرست بناتا ہوں جن کی مظلوم لوگوں کو واقعی ضرورت ہے پھر تم میرے ساتھ چلنا اور ہم خود جا کر امدادی کیمپ میں چیزیں پہنچائیں گے اور یہ نام و نمود کے لیے نہیں ہوں گی''۔

''ٹھیک ہے ابو جان! اب میں یہی نیت کروں گی''۔

☆......☆......☆

انھوں نے دو بار کھانا لانے والے کو واپس بھیج دیا......

ایک کے بدلے دس

انتخاب: محمد موحد

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت رابعہ بصریؒ کے یہاں پانچ درویش حاضر ہوئے۔ اتفاق سے وہ کھانے کا وقت تھا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنی خادمہ کو الگ بلا کر پوچھا ''مہمانوں کی تواضع کیلئے گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟''۔

خادمہ نے بتایا کہ صرف ایک روٹی موجود ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ ایک روٹی سے کیا ہوگا؟ مہمانوں کے حصے میں ایک ایک ٹکڑا ہی آئے گا۔ یہ کہہ کر آپ مہمان درویشوں کے پاس تشریف لے آئیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک سوالی نے در پر صدا دی۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ وہ روٹی اس ضرورت مند کو دے دو جو دروازے کے باہر کھڑا ہے۔ خادمہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور حضرت رابعہ بصریؒ مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو ہو گئیں۔

کچھ دیر بعد خادمہ حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: ''ایک شخص کھانا لے کر آیا ہے''۔

''کتنی روٹیاں ہیں؟'' حضرت رابعہ بصریؒ نے خادمہ سے پوچھا۔ جب خادمہ نے بتایا کہ دو روٹیاں تو آپؒ نے فرمایا کہ اسے واپس کر دو۔ وہ شخص غلطی سے ہمارے گھر آ گیا ہے اور وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ خادمہ نے روٹیاں واپس کر دیں۔

تھوڑی دیر بعد خادمہ نے اطلاع دی کہ ایک اور شخص کھانا لے کر آیا ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے روٹیوں کی تعداد پوچھی تو آپ کو بتایا گیا کہ پانچ روٹیاں ہیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے جواباً فرمایا۔ ''اس بار بھی کھانا لانے والے سے غلطی ہوگی اس سے کہہ دو کہ وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔'' تیسری بار ایک اور شخص کھانا لے کر آیا۔ پھر جب خادمہ نے آپ کو بتایا کہ دس روٹیاں ہیں تو حضرت رابعہ بصریؒ نے مسرت کے لہجے میں فرمایا: ''ہاں! یہ کھانا ہمارا ہے اسے قبول کر لو۔'' خادمہ نے کھانا لا کر درویش مہمانوں کے سامنے سجا دیا۔ پھر جب درویش کھانا کھا چکے تو ایک مہمان نے عرض کیا کہ تین مختلف اشخاص کھانا لے کر آئے۔ دو افراد کو آپ نے واپس کر دیا مگر تیسرے شخص کے لائے ہوئے کھانے کو قبول فرما لیا۔ آخر یہ کیا راز ہے؟ حضرت رابعہ بصریؒ نے درویشوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا میں ایک کے بدلے دس اور آخرت میں ستر دوں گا۔ بس اسی حساب کتاب کی بنیاد پر میں نے دو آدمیوں کو واپس لوٹا دیا اور ایک شخص کا کھانا قبول کر لیا۔ میں نے اللہ کی راہ میں سوالی کو ایک روٹی دے کر رزاقِ عالم سے سودا کیا تھا۔ پھر جب ایک شخص دو روٹیاں اور دوسرا پانچ روٹیاں لے کر آیا تو میں نے جان لیا کہ یہ حساب درست نہیں ہے۔ تیسرا شخص دس روٹیاں لے کر آیا تو میں نے کسی تردد کے بغیر انہیں قبول کر لیا کہ یہ عین حساب کے مطابق تھیں اور دینے والے کی شانِ رزاقی کو ظاہر کر رہی تھیں''۔ حضرت رابعہ بصریؒ کی صبر و قناعت اور توکل کی شان دیکھ کر تمام درویش حیرت زدہ رہ گئے۔

☆......☆......☆

وہ مسافر کا اونٹ چھین کر لے گیا تو.......

مظلوم کی مدد

غلام زادہ نعمان صابری

آج موسم کے مزاج میں ایک عجیب حسن تھا۔ چچا حاضر دماغ نے چارپائی اٹھائی اور برگد کے درخت کے سائے میں چلے گئے۔ گاؤں کے بچے انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ چارپائی پر لیٹنے ہی لگے تھے کہ بچوں نے انہیں آن گھیرا۔ بچے ہمیشہ ان سے کچھ نہ کچھ سننے کے خواہشمند رہتے۔

انہوں نے بچوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے کہا۔ "پیارے بچو! میں آج آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک بڑا اہم واقعہ سنانے لگا ہوں"۔ بچے اہم واقعہ کا اعلان سن کر چوکنے ہو گئے۔

چچا حاضر دماغ نے بچوں کو چوکنا دیکھا تو کہا۔ "مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔ وہ ایسی دردناک اذیتیں دیتے جنہیں دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ انہوں نے ظلم کا ہر حربہ مسلمانوں پر آزمایا مگر وہ مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکے۔

جو شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا وہ ان کے زیرِ عتاب آ جاتا۔ حتیٰ کہ یہ لوگ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ظلم کرنے سے باز نہیں آئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنانِ اسلام کے ظلم وستم کو اپنی ذات کی حد تک بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا مگر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی دوسرے انسان کے ساتھ ظلم ہوتے دیکھا تو فوراً اس کی مدد فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی پر ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جو سب کے لیے رحمت بن کر آیا ہو وہ کسی پر ظلم کیسے برداشت کر سکتا ہے"۔

چچا حاضر دماغ بچوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے آج بچوں کے لئے مظلوم کی مدد کے حوالے سے گفتگو کا انتخاب کیا تھا۔ وہ بچوں کو بتا رہے تھے۔

"پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظالم کے ظلم کو روکنے کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے امت پر واضح کیا کہ ظالم کتنا بھی طاقتور کیوں نہ ہو ساتھ ہمیشہ مظلوم کا ہی دینا چاہئے۔

مکہ کے دور دراز علاقے سے ایک شخص بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھاتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آیا۔ اس نے کسی سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا سن کر ملنے کے لئے چلا آیا، جب وہ مکہ میں پہنچا تو اسے راستے میں سب سے پہلے ابوجہل مل گیا۔

ابوجہل نے ایک اجنبی شخص کو مکہ میں داخل ہوتے دیکھا تو اس سے اونٹ چھین لیا"۔

چچا حاضر دماغ اتنا بتا کر کچھ دیر کے لئے رکے تو ایک لڑکے نے پوچھا "ابوجہل نے اس شخص سے اونٹ کیوں چھینا؟"۔

چچا حاضر دماغ نے بتایا "ابوجہل کے اونٹ چھیننے کی وجہ یہی کہ اس اجنبی شخص نے ابوجہل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا تھا۔

اس شخص نے ابوجہل سے یہ بھی کہا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنا چاہتا ہے اس نے مزید کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ مکے میں ایک شخص کہتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اور میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ سچا ہے۔

بس اس شخص کی یہ باتیں ابوجہل پر بجلی بن کر گریں اور اونٹ چھین کر گھر لے گیا"۔

"ابوجہل ایسی حرکتیں کیوں کرتا تھا؟"۔ ایک اور لڑکے نے ابوجہل کے بارے میں چچا حاضر دماغ سے پوچھا۔

"ابوجہل ایسی حرکتیں اس لئے کرتا تھا تاکہ لوگ ڈر کر اسلام قبول نہ کریں اور کفر کی حالت پر قائم رہیں۔

ابوجہل بڑا ظالم شخص تھا۔ وہ قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ وہ شخص مسجد کے قریب آیا اور اسے قریش کے کچھ لوگ وہاں نظر آئے۔ اس نے ان لوگوں سے کہا ابوجہل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین ایسی کیا دشمنی ہے جو ان کا نام سنتے ہی اس نے مجھے برا بھلا کہا اور میرا اونٹ چھین لیا۔ میں ایک غریب مسافر ہوں اور بڑی دور سے آیا ہوں۔ میرا کل سرمایہ میرا اونٹ ہی تھا۔ ابوجہل سے مجھے میرا اونٹ واپس دلایا جائے"۔

عین اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں تشریف لے آئے تو جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے اس شخص کو بتایا کہ تم جن سے ملنے آئے ہو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی ہیں۔ پورے مکے میں اگر کوئی شخص ابوجہل سے تمہارا اونٹ واپس دلا سکتا ہے تو وہ یہی ہیں کیونکہ مکے میں ان سے زیادہ امین اور دیانت دار اور کوئی نہیں۔ اس لئے قریش ان کی مخالفت کے باوجود ان کی بات مان لیتے ہیں۔

یہ سن کر وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی فریاد سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ساتھ لے کر ابوجہل کے مکان پر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا"۔

"لیکن ابوجہل تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن تھا، آپ اس شخص کو پھر بھی اس کے دروازے پر لے گئے؟"۔ ایک لڑکے نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

چچا حاضر دماغ نے اسے بتایا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے ڈرتے نہیں تھے بلکہ دشمن ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ڈرتے اور خوف کھاتے تھے، صرف ابوجہل ہی نہیں بلکہ مکہ کے بڑے بڑے سردار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کرنے سے خوف کھاتے تھے۔

ابوجہل جب باہر نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ اس شخص کا اونٹ اور سامان واپس کرو، پہلے تو ابوجہل نے کچھ ٹال مٹول سے کام لیا لیکن پھر فوراً ہی مان گیا اور اس شخص کو اونٹ اور سامان واپس کر دیا۔

اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکریہ ادا کیا، وہاں پر موجود لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسا پایا؟۔

اس نے کہا کہ واقعی میں نے جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ اس شخص نے یہ بھی بتایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر خاص قسم کی روشنی بھی دیکھی تھی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اللہ کے پیغمبر ہیں۔

جب لوگوں نے ابوجہل کے غرور اور تکبر کے پیش نظر اس سے دریافت کیا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر اس شخص کا سامان اور اونٹ کیوں واپس کر دیا۔

ابوجہل نے جواب دیا کہ میں کیا کرتا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر ایک خوفناک اونٹ اس طرح منہ کھولے کھڑا تھا اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے ہڑپ کر جاتا"۔

چچا حاضر دماغ نے آخر میں کہا "ابوجہل مکہ کا سب سے بڑا مکار اور ظالم شخص تھا۔ اس نے ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت دردناک اذیتیں پہنچائیں مگر جب کسی مظلوم کی دادرسی کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ظالم کا دروازہ کھٹکھٹایا اور مظلوم کی مدد کی اور اس کو انصاف دلوایا۔

(نوٹ: اس تحریر کے لئے تاریخ اسلام سے مدد لی گئی ہے۔)

☆......☆......☆

چھڑی اور سفید چھڑی......15 اکتوبر

روبینہ اصغر

چھڑی یا عصا کا استعمال زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ سب سے پہلے عصا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے عطا کیا پھر یہ عصا مختلف ادوار میں مختلف انبیائے کرام علیہ السلام تک منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا۔ پھر حضرت شعیب علیہ اسلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک آ پہنچا اور اس عصا سے مختلف کام لیے جاتے رہے۔

اس طرح چھڑی یا عصا کا استعمال لوگوں میں بھی عام ہو گیا۔ لیکن اس کے لئے رنگ و بناوٹ کی کوئی قید نہ تھی۔ اس کے برعکس سفید چھڑی ایک مخصوص بناوٹ کی چھڑی ہے جو کہ نابینا یا قوت بصارت سے محروم افراد استعمال کرتے ہیں۔ یہ سفید چھڑی خاص طور پر نابینا افراد کے لئے مختص ہے۔ 1920ء کے سالوں میں سفید چھڑی کو نابینا افراد کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ بعض ممالک میں تو قوت بصارت رکھنے والے افراد کے لئے سفید چھڑی کا استعمال خلاف قانون ہے۔ 1964ء کو Lyndon B Johnson نے 15 اکتوبر کا دن سفید چھڑی سے آگاہی کا دن مقرر کیا۔ اس وقت سے ہر سال 15 اکتوبر کو عالمی سطح پر یہ دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کا مقصد معاشرے کے عام افراد کو سفید چھڑی اور اس کے استعمال کرنے والوں کے بارے میں آگاہی دینا ہوتا ہے۔ اس دن سفید چھڑی سے آگاہی کی مہم چلائی جاتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سفید چھڑی سے متعارف ہوں۔ نابینا یا قوت بصارت سے محروم افراد معاشرے میں آزادانہ نقل و حرکت کر سکیں۔ ان افراد کے ہاتھ میں سفید چھڑی عام شہریوں کو ان کی مدد کرنے پر ابھارتی ہے۔ یہ ایک فولاد/سٹیل چھڑی ہوتی ہے جس کے ایک طرف ربڑ کا ہینڈل ہوتا ہے دوسری طرف کی ٹپ زمین میں اس کی گرفت مضبوط کرنے میں مدد دیتی ہے۔

15 اکتوبر کو ہر سال پاکستان میں بھی یہ دن بھرپور طریقے سے منایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں کئی پروگرام اور سیمینارز بھی منعقد کروائے جاتے ہیں۔ سپیشل ایجوکیشن کے اداروں میں اس دن کے حوالے سے خصوصی واک ہوتی ہے تاکہ معاشرے میں موجود زیادہ سے زیادہ افراد اس چھڑی کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں اور نابینا افراد بھی اس معاشرے کے کارآمد شہری سمجھے جائیں اور انہیں کسی صورت بھی نظرانداز نہ ہونے دیا جائے۔

یاد رکھیں اگر آپ بھی اپنے اردگرد ایسے افراد پائیں جن کے ہاتھ میں سفید چھڑی ہو تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ان کی مدد کریں اور ان کے لئے آسانی فراہم کریں تاکہ وہ اپنی بینائی جیسی کمی کو لے کر احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونے پائیں۔ ہم نے ہی انہیں معاشرے کے معزز شہری بنانا ہے۔

آئیں آج سے ہم معاشرے کے ایسے افراد کی مدد کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

☆......☆......☆

نصرت نسیم

خالص محبت صرف اللہ کے لئے

وہ ایک بہت خوبصورت شام اور روح پرور محفل تھی۔ پھولوں اور نعتوں کی خوشبو سے مہکتی ہوئی۔ سٹیج پر بہت سی نعت خواں خواتین کے درمیان ایک دلربا سی شخصیت، آواز میں وہ سوز وگداز کہ لفظ گویا دل میں اتر کر روح کو سرشار کر رہے تھے۔

تقریب کے اختتام پر اسے ملی ،سراہا اور دوست بنایا۔ ایسی دوستی جس کی بنیاد حب رسول اور ثناخوان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول کا جذبہ تھا۔ جب جب میں اسے ملتی اس کی شخصیت کی بہت سی خوبیوں میں سب سے نمایاں خوبی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ مجھے متاثر کرتا۔ جیسے ہی نام محمد صل اللہ علیہ والہ وسلم آتا وہ اشکوں کے ہار پرو لیتی۔ میں عمرے کی روداد سناتی ۔وہ میرے گلے لگ کر رونے لگ جاتی۔ تو میں رشک آمیز انداز میں دعا کرتی۔ یا اللہ مجھے بھی عشق اور اشکوں کی یہ سوغات عطا کر۔ اے میرے رحمان ورحیم رب!۔ جب جب ہماری ملاقات ہوتی۔ تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں روح کو سرشار کر دیتیں۔ ان کا سارا خاندان قصیدہ بردہ شریف کا عامل ہے۔ درود شریف ورد زباں اور زندگی کا قرینہ و وظیفہ ہے۔ اس دوستی میں مجھے جو انمول تحفہ انہوں نے دیا۔ وہ درود شریف کو باوضو باقاعدگی سے پڑھنا تھا۔ درود شریف تو میں پہلے بھی پڑھتی تھی۔ مگر یہ انداز نہ تھا۔ میری اس پیاری دوست کی والدہ ماجدہ ولیہ ہیں مگر ایسی ولیہ کے جو خود کو ظاہر نہیں کرتیں۔ میری خوش بختی کہ انہوں نے مجھے بیٹی بنایا ہوا ہے۔ ان کی محبت اور پر خلوص دعائیں میرے لئے کسی خزانے سے کم نہیں۔ میرا حلقہ احباب کافی وسیع ہے مگر اس کے یہ دوستی بے غرضی اور ایثار کے عجیب سے جذبے اور رنگ لئے ہوئے ہے۔

وہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہیں تو میرے دل سے از خود ان کے لئے ایسی ایسی دعائیں نکلتی ہیں کہ میں خود حیران رہ جاتی ہوں کہ بھلا یہ دعا تو کبھی اپنے لئے بھی نہیں مانگی (کہ خود کو میں اس قابل نہیں سمجھتی)۔ وہ دعا یہ ہے کہ یا اللہ انہیں جاگتی آنکھوں سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کراتا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میرے جلال کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سایے میں رکھوں گا، جب کہ آج کے دن میرے سایے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا“۔ (صحیح۔ رواہ مسلم)

شرح: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل محشر کو آواز دے گا اور فرمائے گا: میرے جلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں، اس سے واقف ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ یہ سوال اس لیے کرے گا، تا کہ میدان حشر میں ان کے مقام ومرتبے کا اعلان کر دے اور یہ اعلان دراصل خود اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنے کا ایک بہانہ ہوگا۔ اس طرح اس کے معنی یہ ہوں گے: کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیوی مقاصد سے اوپر اٹھ کر میرے جلال اور عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں انھیں اپنے سایے میں رکھوں گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا سایے کی نسبت اپنی طرف کرنا، اضافت تشریفی ہے اور اس سے مراد عرش کا سایہ ہے۔ مسلم کے علاوہ دیگر روایات میں ہے: میرے عرش کے سایے میں۔ یعنی اس دن رحمٰن کے عرش کے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

☆☆☆

جب سے میں نے یہ حدیث مبارکہ پڑھی ہے۔ کہ خالص اللہ کے لئے محبت کرنے والے روز محشر ایسے منبروں پر رونق افروز ہوں گے کہ پیغمبر حیرت سے سوال کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملے گا یہ وہ لوگ ہیں۔ جنھوں نے خالص اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کی۔ سبحان اللہ۔

یہ حدیث پڑھ کر دل نے کہا۔ ہاں یہی وہ محبت ہے۔ اور آپ جانیں دل کی گواہی سے بچی گواہی بھلا کیا ہوتی ہے۔

دل کی سچائی کا ایک اور ثبوت یہ کہ اس رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اچانک زباں پر یہ دعا آگئی۔ کہ یا اللہ ان کو لیلۃ القدر نصیب فرما۔

خود پر ترجیح دینا، ایسی دعا کرنا یہ وہ محبت ہے جو صرف اور صرف اللہ کے لئے کی جائے۔ ماشاءاللہ۔

بس اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھ ناچیز خطاکار کے اس حسن ظن کو قائم رکھے۔ اور اس حدیث کے مصداق ہماری محبت کو اسی طرح بے ریا اور خالص رکھے۔ وہ دوستی جس کا آغاز ہی نعت سے ہوا۔ اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کے خانے میں رکھے آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میری عظمت وبزرگی کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن نور (روشنی) کے ایسے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے“۔

☆☆☆

زمین کا حسن

وہ بندوق سے پرندوں کو نشانہ بنانے لگا......

شازیہ ستار نایاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "جو مسلمان کاشت کاری کرتا ہے اس سے پرندے، انسان یا جانور کھاتے ہیں تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوتا ہے۔" (صحیح بخاری 2152)

"ابو میں دادا ابو کے پاس گاؤں چلا جاؤں؟" حامد صاحب دفتر سے گھر پہنچے ہی تھے کہ دانش نے ان سے پوچھا۔

"کیوں بھئی ایپپر ختم ہو گئے کیا؟" حامد صاحب نے پوچھا۔

"جی ابو آج آخری پیپر تھا۔ اب رزلٹ آنے اور نئی کلاسز شروع ہونے میں کچھ وقت ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ دادا ابو اور دادی امی سے مل آتا ہوں۔"

"چلے جاؤ" حامد صاحب نے اجازت دے دی۔

"ابو میرا دوست فرقان ہے نا وہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتا ہے کیا میں اس کو لے کر جا سکتا ہوں؟"۔

"اگر اس کے والدین اجازت دے دیں تو پھر لے جاؤ۔"

"جی ابو اس کے والدین نے اجازت دے دی ہے اس نے کبھی گاؤں نہیں دیکھا نا۔" دانش نے کہا۔

"کتنے دن کا پروگرام ہے۔" ابو نے پوچھا۔

"پندرہ چھٹیاں ہیں۔ میں تو پندرہ دن ہی وہاں رہنا چاہوں گا البتہ فرقان کا پتہ نہیں وہ بور ہوا تو جلدی آ جائیں گے۔" دانش نے کہا۔

"دادا دادی کو تنگ نہیں کرنا اور شرارتیں بالکل نہیں کرنا۔" ابو نے سمجھایا۔

"ابو اب ہم اتنے چھوٹے بچے تھوڑے ہیں کہ دادا دادی کو تنگ کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

☆☆☆

اگلے دن دانش اور فرقان گاؤں پہنچ گئے۔ فرقان نے پہلی بار گاؤں دیکھا تھا اس لئے وہ بہت پر جوش تھا۔ دانش کے دادا دادی بھی انہیں مل کر بہت خوش ہوئے۔ جب وہ گاؤں پہنچے تھے تو شام ہو رہی تھی۔ اس لئے وہ گھر سے باہر نہ نکلے۔ سفر کی تھکان بھی تھی اس لئے جلدی سو گئے۔

فرقان کا خیال تھا کہ وہ دیر تک سوتا رہے گا لیکن دادا کے مرغوں نے بانگیں دینا شروع کر دیں۔ فرقان نے ان کی آوازوں سے بچنے کے لئے کانوں پر تکیہ رکھا مگر بے سود۔

دانش بھی جاگ گیا تھا اور اب نماز کے لئے تیار ہو رہا تھا۔

"یار......ان مرغوں نے تو صبح صبح جگا دیا بڑی منحوس آواز ہے۔"

"بری بات فرقان، مرغ کو برا نہیں کہتے کیونکہ وہ نماز کیلئے جگاتا ہے (حدیث ابو داؤد - باب ما جاء فی الدیک 5191)......اٹھو نماز پڑھنے چلیں۔" دانش نے کہا۔

فرقان منہ بسورتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ نماز تو فرقان بھی پڑھتا تھا لیکن باجماعت نہیں اور اب چونکہ چھٹیاں بھی تھیں اور وہ تھکا ہوا بھی تھا اس لئے اس کا اٹھنے کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔

نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو سورج نکلنے والا تھا۔ گاؤں میں چہل پہل شروع ہو چکی تھی۔ کوئی مویشیوں کے لئے چارہ کاٹ رہا تھا۔ تو کوئی بھینسوں کا دودھ دوہ رہا تھا۔ کوئی کھیتوں کی طرف جا رہا تھا تو کوئی آبپاری میں مصروف تھا۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔

"چلو بچو تمہیں گاؤں کی سیر کرواؤں۔" دادا ابو نے کہا۔

پہلے وہ دادا ابو کے گندم کے کھیتوں کی طرف آئے۔ گندم کی فصل تقریباً تیار تھی۔ اس کی بالیاں سورج کی سنہری

کرنوں میں اور بھی سنہری لگ رہی تھیں۔فرقان نے اپنے موبائل سے اس کی تصویریں لے لیں پھر وہ آموں کے باغ کی جانب آ گئے۔آموں پر بور لگا ہوا تھا اور کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے آم بھی لگے ہوئے تھے۔

دانش اور فرقان کو بہت مزا آیا اب وہ روز صبح کو سیر کرتے ہوئے یہاں آ جاتے اور قدرت کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتے۔

ایک روز دادی جان سٹور کی صفائی کروا رہی تھیں تو وہاں سے انہیں دانش کی پھوپھو کے بیٹوں کی چھروں والی بندوقیں ملیں۔وہ امریکہ جاتے ہوئے یہیں چھوڑ گئے تھے۔

''دادی امی یہ ہم لے لیں۔جاتے ہوئے واپس کر دیں گے؟'' دانش نے پوچھا۔

''تم کیا کرو گے؟''۔

''دادی امی نشانہ بازی سیکھیں گے؟''۔

''ہاں لے لو......''۔دادی امی نے انہیں بندوقیں اور چھروں والا ڈبہ بھی دے دیا۔

''گھر میں نہ سیکھتے رہنا کسی کھلی جگہ پر جا کر چلانا''۔دادی امی نے ہدایت کی۔

''جی اچھا''۔دانش نے کہا۔

انہوں نے بندوق اور چھرے اٹھائے اور باہر آ گئے۔جب وہ کھیتوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں چڑیاں، کبوتر اور دوسرے پرندے کھیتوں میں گندم کے خوشوں سے دانے کھا رہے تھے۔

''اوہو یہ تو ساری فصل خراب کر دیں گے۔''فرقان نے کہا اور فوراً بندوق سیدھی کر کے پرندوں کو چھرے مارنے لگا۔پرندہ تو کوئی نہیں مرا لیکن وہ سب ڈر کر وہاں سے اڑ گئے۔

''دیکھو ابھی ہمارا نشانہ کتنا کچا ہے ایک پرندہ بھی نہیں مرا''۔

''اس طرح چلتے چلتے نشانہ لگاؤ گے تو وہ خطا ہی ہو گا نا۔'' دانش نے کہا۔

پھر وہ آم کے باغ میں آ گئے اور ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔دانش کو پیاس لگ رہی تھی وہ ساتھ لائی ہوئی پانی کی بوتل سے پانی پینے لگا۔

پانی پیتے ہوئے اس کی نظر ہدہد پر پڑی جو درخت میں اپنی لمبی چونچ سے سوراخ کر رہا تھا۔اس کے دو بچے زمین کھودتے پھر رہے تھے۔دوسری طرف طوطے آم کا کچا پھل توڑ رہے تھے۔تلیئر بھی کبھی آم کی ڈال پر بیٹھتے تو کبھی پیپل کی شاخوں پر جھولتے۔کوئل اور پپیہے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

''فرقان......یہ پرندے تو سارا باغ اجاڑ دیں گے۔'' دانش پریشان ہوا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔''فرقان نے کہا اور دونوں نے ان پرندوں پر چھرے برسانے شروع کر دیئے لیکن پرندے اڑ کر دوسری طرف چلے گئے۔

''تم اس طرف سے پرندوں کو مارو میں دوسری سائیڈ کور کرتا ہوں۔''فرقان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔''دانش نے کہا اور بھاگتا ہوا دوسری جانب چلا گیا۔وہاں وہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا اور پرندوں پر تاک تاک کر نشانے لگانے لگا۔انہوں نے کئی پرندوں کو مار دیا۔

پھر انہوں نے تالاب میں پھرتے ہوئے بگلوں کو بھی مار ڈالا۔اب وہ مطمئن تھے کہ انہوں نے آموں اور گندم کو بچا لیا ہے۔

لیکن چند دن بعد انہیں شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔آم کے درختوں کو تیلہ لگ گیا۔تیلہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہوتا ہے جو آم کے درختوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور ٹڈیوں نے گندم کی فصل پر حملہ کر دیا۔فرقان اور دانش کھیت میں گئے تو ٹڈیوں نے انہیں گھیر لیا۔ان کے جسم پر ٹڈیاں ہی ٹڈیاں تھیں۔پاؤں پر کیڑے رینگ رہے تھے دانش چلایا ''بچاؤ......بچاؤ''۔

''کیا ہوا بیٹا؟......ایسے کیوں چیخ رہے ہو......؟'' دادا ابو نے کہا۔

دانش نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا وہ درخت کے نیچے لیٹا تھا اور دادا دادی اس کے پاس بیٹھے تھے۔

''فرقان......تم......تم ٹھیک ہو نا......تم نے سب پرندوں کو مار دیا۔'' دانش نے کہا۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں اور پرندہ تو ایک بھی نہیں مار سکا......اتنا اچھا نشانہ تھوڑی ہے......مگر تم اس جگہ چھپ کر کیوں سو گئے......کب سے ڈھونڈ رہے ہیں تمہیں......میں اور دادا ابو اتنے پریشان ہو گئے تھے۔''فرقان نے کہا۔

''اُف......تو وہ سب خواب تھا۔'' دانش بڑبڑایا۔

''کون سا خواب؟'' دادا ابو نے پوچھا۔

جواب میں دانش نے اپنا خواب سنا دیا۔

''بیٹا کینچوے، مکڑیاں، تتلیاں، شہد کی مکھیاں، بیلی کیڑیاں، گراؤنڈ بیٹلز (سانپ کی نانیاں) سب دوست کیڑے ہیں۔یہ نقصان دہ کیڑوں اور مکھیوں کو اپنی خوراک بناتے ہیں اور ہماری فصلوں کو بچاتے ہیں۔تلیر وہ پرندہ ہے جو فصلوں کو ٹڈیوں سے بچاتا ہے یہ ایک وقت میں ایک سو پچیس ٹڈیاں کھاتا ہے اس طرح ہماری فصلیں ٹڈی دل سے محفوظ رہتی ہیں۔ہدہد اپنی نوکیلی چونچ سے پودوں کی جڑوں سے نقصان دہ کیڑے نکال کر کھا جاتا ہے اس طرح یہ پرندے باغات کو بھی نقصان دہ کیڑوں سے اور بیماریوں سے بچاتے ہیں۔''

''لیکن دادا ابو گندم کے کھیتوں سے چڑیاں کبوتر چگے سارے پرندے دانہ چگتے ہیں، اس طرح کتنا نقصان ہوتا ہے نا اور طوطے کوئل پپیہے سب آم کے درختوں پر بیٹھے رہتے ہیں تو سارا پھل یہ کھا جائیں گے نا......ہم تو اس سے بچانا چاہتے تھے۔'' دانش نے کہا۔

''بیٹا یہ پرندے اس زمین کا ان فضاؤں کا حسن ہیں۔یہ صرف دانا ہی نہیں چگتے......بتایا نا یہ زمین میں فصل کو نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کو بھی کھا جاتے ہیں اور بیٹا کاشتکار جب کاشتکاری کرتا ہے تو اس سے اللہ کی تمام مخلوق مستفید ہوتی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے''جو مسلمان کاشت کاری کرتا ہے، اس سے پرندے، انسان یا جانور کھاتے ہیں تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوتا ہے۔''(صحیح بخاری 2152)اس لئے ان پرندوں، جانوروں کو نہیں مارا جاتا۔'' دادا ابو نے کہا۔

''ہمیں معاف کیجئے ہمیں ان باتوں کا پتہ ہی نہیں تھا۔'' دانش نے کہا۔

''اب پتہ چل گیا نا......اٹھو گھر چلیں تمہاری دادی پریشان ہو رہی ہوں گی''۔دادا ابو مسکرائے۔

دانش نے آسمان کی طرف دیکھا۔شام ہو رہی تھی۔پرندے اپنے گھروں کو واپس آ رہے تھے وہ طمانیت سے مسکرایا اور گھر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔وہ جان گیا تھا کہ زمین پر انسانوں کے علاوہ اللہ کی دوسری مخلوقات کا بھی حق ہے۔

☆......☆......☆

اس کی ڈھٹائی پر سر حیران رہ گئے......

بس یوں ہی......

یاسمین کنول

ولید ایک بدتمیز بچہ تھا۔ ہر کوئی اس سے نالاں تھا۔ سکول میں آئے روز اس کی شکایتیں سننے میں آتی تھیں۔ ایک دن سر رمضان کے پریڈ میں بچوں نے شکایت لگائی کہ ولید نے بریک میں ہم سب کو بہت تنگ کیا ہے۔ مارا بھی ہے اور گالیاں بھی دی ہیں۔ ایک بچے کی آنکھ سوجی ہوئی تھی جبکہ دوسرے کی ٹانگ درد کر رہی تھی جہاں اس نے لکڑی کے سکیل سے مارا تھا۔

سر رمضان اسلامیات کے ٹیچر تھے اور پورے سکول میں اپنی سادگی اور متانت کے لیے مشہور تھے۔ انہوں نے سب بچوں کی شکایتیں سنیں تو ولید کو قریب بلایا جو خاموش بیٹھا بڑے دلچسپ انداز میں یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ سر رمضان کے کہنے پر وہ ان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ ”یہ سب ٹھیک کہہ رہے ہیں؟“۔

”جی سر! یہ سب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے یہ سب کیا ہے“۔ ولید نے بلا جھجک کہا تو سر رمضان بولے ”تمہیں اپنے کیے پر کوئی ندامت نہیں؟۔ شرم کرو یہ بچے تمہارے ہم جماعت ہیں۔ پڑوسی ہیں۔ ان کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ تم نے بلاوجہ کیوں ایسا کیا؟“۔

”سر یہ تو کچھ بھی نہیں اپنے محلے میں تو میں لڑکوں کے سر بھی پھاڑ دیتا ہوں۔ لوگ مجھ سے بہت ڈرتے ہیں“۔ ولید کی ڈھٹائی پر سر رمضان حیران رہ گئے۔

”یہ سب کیوں کرتے ہو؟“۔

”بس یوں ہی......“۔ ولید نے کہا تو سر رمضان نے ایک تھپڑ اس زور سے اس کے گال پر مارا کہ گال سرخ ہو گیا۔ ولید کی چیخ نکل گئی۔ ولید اپنے والدین کا اکلوتا لاڈلا بیٹا تھا۔ آج تک کسی نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا اور یہ تھپڑ اس کے چاروں طبق روشن کر گیا تھا۔

”بس یوں ہی...... ایسے ہی تکلیف ہوتی ہے سب کو...... خبردار آئندہ کسی بچے کو گالی دی یا مارا پیٹا۔ پرنسپل صاحب کے پاس لے جاؤں گا“۔ سر رمضان کو غصہ آ گیا تھا حالانکہ وہ کسی کو بھی نہیں مارتے تھے اور نہ ہی غصہ کرتے تھے۔ انہوں نے گھڑی پر نظر دوڑائی ”بچوں کتابیں کھولو۔ سبق پڑھتے ہیں اخلاقیات۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ ولید سن رہے ہو۔ بہترین انسان کون سا ہوتا ہے؟۔ جو کسی کو بلاوجہ تنگ نہ کرے، زبان سے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ جو دوسروں کو بلاوجہ مارے پیٹے، کیا اچھا انسان ہو سکتا ہے؟“۔

پوری جماعت نے یک زبان کہا ”نہیں سر جی“۔ اس میں ولید کی آواز بھی شامل تھی، جسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ سر رمضان کے پاس آیا اور معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کسی کو تنگ نہیں کرے گا۔ سر رمضان مسکرائے اور ولید کو معاف کر دیا۔ بعض اوقات کسی کو غلطی کا احساس دلانے سے ہی مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور سر رمضان نے اسے احسن انداز میں غلطی کا احساس دلایا تھا......

☆......☆......☆

دل میں سرکار ﷺ ہیں سمائے ہوئے

یاسمین کنول۔ پسرور

دل میں سرکار ﷺ ہیں سمائے ہوئے
ہم غموں کو ہیں اب بھلائے ہوئے
خواب آنکھوں میں ہم بسائے ہوئے
چل رہے ہیں دیے جلائے ہوئے
ان ﷺ پہ جو بھیجے درود و سلام
اپنی تقدیر ہیں جگائے ہوئے
وہ تو نبیوں کے آخری ہیں نبی ﷺ
سارے عالم پہ ہیں وہ چھائے ہوئے
ذکر ان کا بہاروں جیسا ہے
پھول کھلتے ہیں سر جھکائے ہوئے
ان کے در پہ پناہ ان کو ملی
وہ جو دنیا کے ہیں ستائے ہوئے
رات آتی ہے چاندنی لے کر
دن ہی رکھتے ہیں جگمگائے ہوئے
خواب آتے ہیں اس طرح کے کنول
ہم مدینے میں جیسے ہوں آئے ہوئے

☆......☆......☆

مدحت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

انتخاب: ملک محمد احسن۔ راولپنڈی

اول خلق رب، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
خلق کے ہو سبب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
بعد تیرے نبوت کا در بند ہے
ہے یہ فرمان رب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
”خاتم الانبیاء“ جو نہ مانیں تجھے
ہیں وہ کفار سب، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
جس کے چہرے سے شمس و قمر مستنیر
وہ ہے ماہِ عرب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے اخلاق لاریب خلق عظیم
تیرا اعلیٰ نسب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
تو جو چاہے عطا کر دے ”جنت بھری“
اس میں کیا ہے عجب؟ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
بخشے جائیں گے تیری شفاعت سے جب
ہوگی کتنی طرب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
جس نے جو مانگا تو نے عطا کر دیا
جھوم اٹھی طلب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کی دید ہو جائے حسان کو
جب وہ ہو جاں بلب، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

☆......☆......☆

غارِ حرا

محمد نوید مرزا۔ لاہور

تقدس کا جہاں غارِ حرا ہے
زمیں پر آسماں غارِ حرا ہے
یہاں پر نور کا چشمہ رواں تھا
ابھی تک ضوفشاں غارِ حرا ہے
جہاں ان ﷺ پر وحی نازل ہوئی تھی
وہ روشن آستاں غارِ حرا ہے
وہاں نورِ ازل سے گفتگو کی
نبی ﷺ کی رازداں غارِ حرا ہے
دل و جاں سے ہم ان ﷺ کے امتی ہیں
ہماری داستاں غارِ حرا ہے
سبق اقراء کا آقا ﷺ نے پڑھا تھا
شریعت کی زباں غارِ حرا ہے

☆......☆......☆

نعتِ رسول مقبول ﷺ

عبدالحفیظ شاہد۔ مخدوم پور پہوڑاں

رب کی رحمت کا یہ آسرا چاہیے
ان ﷺ کے در کے سوا اور کیا چاہیے
آخری سانس بھی گر مدینے میں ہو
اور اس کے سوا کیا عطاء چاہیے
حوضِ کوثر پہ تیری ﷺ غلامی کروں
مجھ کو روزِ جزا اور کیا چاہیے
چہرہ مصطفےٰ ﷺ میری آنکھوں میں ہے
اب قضا کے سوا اور کیا چاہیے
خاکِ طیبہ میسر رہے ہر گھڑی
اور اس کے سوا کیا شفاء چاہیے
چاہتِ مصطفیٰ ﷺ ہے اثاثہ مرا
اور جینے کو کیا آسرا چاہیے

☆......☆......☆

نوٹ:
تصویر کے پیچھے اپنا اور شہر کا نام لکھا کریں۔
فرنٹ پر نام لکھے ہونے والی تصویر
آئندہ شائع نہیں کی جائیں گی۔

صلہ اظہر۔ لاہور

بنت قاسمی۔ سرگودھا

ردا حق۔ لاہور

آسیہ امبر اعوان۔ مظفر گڑھ

عائشہ طالب۔ گوجرانوالہ

احمد نواز۔ سمندری، فیصل آباد

صبا پرویز

عائشہ شبیر۔ ظفروال

ہم دو بہنیں ہیں۔ انابیہ ارسل۔ الیجا ارسل۔ لاہور

ہم تو چلے سکول۔ پہلا دن۔ عماد منصور
ماہا منصور۔ بلاڑی، سندھ

یہ کس کا چشمہ لگا دیا ہے مجھے؟
شیر جان نعمان۔ کراچی

جنگ میں جانے کی تیاری ہے
آیان عمیر۔ قازقستان

اب مجھے بھی سکول جانا پڑے گا
فاطمہ زینب۔ لاہور

ہیں!! یہ فوٹو گرافر کو کیا ہوا ہے؟
فرید سلطان۔ لاہور

شہزادہ ہوں۔ اپنے ماں باپ کا
واسع علی تارڑ۔ لاہور

ہم کسی سے کم نہیں
رمیصہ عثمان، انابیہ عثمان۔ لاہور

کل میری ساتویں سالگرہ ہے
زوہا غلام مصطفیٰ راؤ۔ حافظ آباد

میری سالگرہ ہے تو کیک بھی میں ہی کاٹوں گی۔ زونیرہ حسن جمیل۔ اوکاڑہ

میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں
محمد ابراہیم۔ لاہور

ہم دونوں بڑے اچھے دوست ہیں
محمد داؤد۔ محمد زکریا۔ لاہور

ہم جہاد کے لیے جا رہے ہیں
احمر فاروق۔ لیہ

میں نے "پھول" کے لیے لکھنا شروع کر دیا ہے۔
جنت حبیب۔ جماعت ششم۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ مڈل سکول۔ لاہور

سوٹ پہن کر تو اکڑ آ ہی جاتی ہے
عبدالحنان۔ لاہور

آ سہیلی۔ بوجھ پہیلی
خدیجہ۔ زارا۔ لاہور

وہ دادا ابو کے گرد بیٹھ گئے اور......

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فریدہ گوہر

دادا ابو عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے تو بچوں کا ٹولہ آن دھمکا۔ عمر، علی، عثمان، ہاشم اور توقیر سب آپس میں کزنز تھے۔ اکٹھے سکول جاتے اور اکٹھے شرارتیں کرتے تھے۔ آج بھی وہ سب دادا ابو کی چارپائی کے گرد پڑی کرسیوں پر براجمان ہو گئے جو اسی مقصد کے لیے رکھی گئی تھیں کہ دادا ابو سے جو ملنے آئے وہ ان پر آرام سے بیٹھ کر ان سے باتیں کر سکے۔ دادا ابو عموماً اپنی چارپائی پر گو تکیے سے ٹیک لگائے باتیں کیا کرتے تھے۔ آج بچوں کے پاس ایک سوال تھا جس کا جواب تلاش کرتے وہ دادا ابو کے پاس آئے تھے۔

"دادا ابو سے میں پوچھوں گا۔" علی نے کہا۔ عمر نے اس کی قمیض پیچھے سے کھینچ کر کہا۔

"نہیں دادا ابو سے سوال میں پوچھوں گا۔"

"تم نے پھر وہی غلطی کی ہے عمر! کسی اور کو بھی بات کرنے دیا کرو۔" عثمان نے کہا۔

"اچھا تم ہی پوچھ لو۔" عمر نے منہ بنا کر کہا۔

"رب اللعالمین" کسے کہتے ہیں اور "رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کسے کہتے ہیں؟؟" علی نے دادا ابو سے پوچھا۔

دادا ابو یہ سوال سن کر مسکرائے اور بولے۔

"سوال تو بہت اچھا ہے۔ "رب اللعالمین" اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور "رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہیں جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا۔" عمر نے لقمہ دیا۔ امی جان نے اسے گھورا۔

قرآن پاک کی پہلی سورۃ "سورۃ الفاتحہ" کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: الحمدللہ رب اللعالمین۔

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین

ترجمہ: اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی۔ مخلوقات کو پیدا کیا۔ ان کے لیے کھانے پینے کی چیزیں پیدا کیں۔ ان کے پالنے کے تمام اسباب پیدا کیے۔ وہی تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ اس نے رحمت کا ایک اور اہتمام کیا کہ اس نے انسان کو زمین کا خلیفہ بنایا اور اس کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی ایک پاکیزہ اور محترم انسان کو اپنے خاص کرم کے ساتھ پیدا کیا جو انسانوں کی ہدایت کے لیے پیدا کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنایا۔"

"کیا سمجھے؟" بابا نے سوال کر دیا جو نجانے کب ان کی محفل میں آن بیٹھے تھے۔ چھوٹے بچے سوچ میں پڑ گئے۔ وہ مزید باتیں جاننا چاہتے تھے۔ بھائی جان بولے۔

"تاجدارِ رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں، رسولوں اور فرشتوں کے لیے رحمت ہیں، دین و دنیا میں رحمت ہیں، جنات اور انسانوں کے لیے رحمت ہیں۔ مومن و کافر کے لیے رحمت ہیں۔ حیوانات، نباتات اور جمادات کے لیے رحمت ہیں، الغرض کل عالم میں جتنی چیزیں ہیں ان سب کے لیے آپ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت ہونا عام ہے۔ ایمان والوں کے لیے بھی اور جو ایمان نہیں لائے ان کے لیے بھی۔ آپ کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر وہ دنیاوی عذاب ختم کر دیئے گئے جو اس امت سے پہلی امتوں پر نازل ہوا کرتے تھے۔

قرآن پاک کی سورۃ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم (سورۃ توبہ ۱۲۸)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے۔ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے نہایت، چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

قرآن پاک کی ایک اور سورۃ "سورۃ محمد" کی آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد ہوتا ہے۔

واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات (سورۃ محمد ۱۹)

ترجمہ: اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ یہ سب باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین ثابت کرتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔

ادبِ رسول ﷺ ... تقویٰ کی علامت

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ

القرآن، الحجرات 49:3

بیشک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے چن کر خالص کر لیا ہے۔

"جب رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ظاہر تھی۔ حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ کے گھر، گھر کے پالتو مویشیوں اور رزق میں برکت پیدا ہوگی۔ بادل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوپ سے بچانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا بڑے ہوئے تو خانہ کعبہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کی لڑائی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت عقلمندی سے روکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سچ بولتے اور امانتوں کی حفاظت فرماتے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق اور امین کہہ کر بلایا گیا"۔

"بالکل ٹھیک کہا۔" دادا ابو بولے اور اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لیے بہترین سیرت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق، کردار، سیرت، اسوہ حسنہ نہایت بلند پائے کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوط معاشرے کے قیام کے لیے اخلاق کے اعلیٰ پیمانے قائم کیے۔ اور ان کی پیروی کرنے کو کہا۔ صحابہ کرامؓ نے انہیں دوسروں تک پہنچایا، بتایا اور سکھایا۔ جس سے احادیث کی کتابیں مرتب ہوئیں۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وانک لعلیٰ خلق العظیم

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکرِ خدا کرنے والے، لغویات سے دور، بہترین رائے رکھنے والے، انصاف کے معاملے میں قریب و بعید سب برابر، مساکین سے محبت کرتے، غرباء میں رہ کر خوشی محسوس کرتے، جاہلوں کی حرکات پر صبر کرتے، کسی محفل سے خود علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہ خود نہ چلا جائے، صحابہ کرامؓ سے کمال محبت کرتے، فرش پر بیٹھتے، اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے، اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگا لیتے، مویشیوں کو چارہ خود ڈالتے، بکریوں کا دودھ دھو لیتے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ چھوٹے بڑے کو سلام میں پہل کرتے، خادموں کے کاموں میں ان کی مدد فرماتے، بازار سے خود چیزیں خرید لاتے، کھانا سامنے رکھ کر کھاتے، رغبت سے کھاتے، رات کا کھانا صبح کے لیے اور صبح کا کھانا رات کے لیے بچا کر نہ رکھتے، نیک خو، ہنس مکھ لیکن کھل کھلا کر نہ ہنستے، بیمار کی عیادت کو جاتے، بیمار کو تسلی دیتے، صدقہ کی کوئی چیز نہ کھاتے، ہدیہ قبول کر لیتے۔ اس طرح ایک خوش حال معاشرے کو منظم کیا۔ انسان تو انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیوانوں پر بھی رحم فرماتے۔" بولتے بولتے دادا ابو کا گلا خشک ہونے لگا تو انہوں نے پانی مانگا۔ آپی جلدی سے پانی لے آئیں۔ دادا ابو نے پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

"اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کیا کیا نعمتیں پیدا کی ہیں۔ ہم ان کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے ایک مثال ہیں۔ ہمیں ان کے احکامات پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عشق کا دم بھرنا چاہیے۔"

اچانک پھپھو اور ان کے بچوں نے آ کر سلام کیا۔ سب کو ان کے یوں اچانک آنے پر خوشگوار حیرت ہوئی تو سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یوں یہ محفل غیر معینہ مدت تک کے لیے برخواست ہو گئی۔ لیکن بچوں کو ان کے سوالات کے جوابات مل چکے تھے۔

☆......☆......☆

وہ اُٹھ ہی نہیں رہا تھا......

ان شاء اللہ

حدیث کہانی

غلام مصطفیٰ عطاری

''عادل بیٹا اٹھ بھی جاؤ......دیکھو تو سہی نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے''۔ امی جان نے عادل کو نماز کے لئے بیدار کرنا چاہا مگر عادل ٹس سے مس نہ ہوا۔ کروٹ بدل کر دوبارہ سو گیا۔ اب تو امی کا پارہ ہائی ہو گیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، عادل کو دو تین تھپڑ گردن اور کمر پر جڑ دیئے۔ عادل بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ''کیا ہوا امی جان'' عادل آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

''کچھ نہیں ہوا......تم اٹھو اور وضو کر کے نماز پڑھو۔ جماعت کب کی ہو چکی ہے۔ سورج نکلنے والا ہے۔ کہیں نماز قضا نہ ہو جائے۔ جلدی سے وضو کرو اور نماز ادا کرو''۔ امی نے حکم دیا۔

بادل نخواستہ عادل بستر سے اٹھا اور واش روم میں گھس گیا۔ وضو کیا اور جائے نماز بچھا کر نماز فجر ادا کی۔ اتنے میں امی جان قرآن پاک اٹھا کر اس کے پاس آ بیٹھیں۔ ان کے پاس دو قرآن پاک تھے۔ ایک انہوں نے خود اپنے لئے رکھ لیا اور دوسرا عادل کو دے دیا اور کہا'' بیٹا قرآن پاک ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنا نہایت فائدہ مند ہے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہمارے پروردگار نے ہمیں کیا کیا فرمایا ہے۔ خالی قرآن پڑھنا بھی ثواب ہے مگر ترجمہ کے ساتھ پڑھنا نہایت مفید ہے''۔

عادل نے قرآن پاک کھولا تو اس کی نظر ایک آیت کے ترجمہ میں اٹک گئی۔ ''ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے میں پہنچ جائے تو انہیں اُف تک نہ کہنا، نہ جھڑکنا، بلکہ احترام سے پیش آنا اور دعا کرنا، پروردگار ان دونوں پر رحم فرما۔ جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا''۔ (القرآن۔ سورۃ الاسراء۔ آیت 24)

عادل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عادل کی عمر بمشکل بارہ سال تھی۔ مگر امی روزانہ فجر کے وقت اس کو جگا دیا کرتی تھیں۔ ایک دن عادل نے پوچھ ہی لیا۔ ''امی جان! آپ مجھے صبح سویرے اتنی جلدی کیوں اٹھا دیتی ہیں۔ میرے دوست بتا رہے تھے کہ ان کی امی ان کو سکول جانے کے لئے جگاتی ہیں بس''۔

امی یہ سن کر افسردہ ہو گئیں۔

''بُری بات بیٹا......نماز فرض ہے اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے''۔ (سنن نسائی۔ حدیث نمبر 3391)

''لیکن امی نماز تو بڑوں پر فرض ہے بچوں پر تو نہیں؟''۔ عادل نے اعتراض کیا۔

ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بہت زیادہ مارو بلکہ ہلکی مار سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز کے بارے ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ میرا شہزادہ قیامت کے دن امتحان میں فیل ہو جائے''۔ امی نے شدت جذبات سے کہا ان کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔

''امی جان آپ نہ روئیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ کل سے بابا جان کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے مسجد جایا کروں گا''۔ ''ان شاء اللہ'' امی جان نے خوش ہو کر کہا۔

☆......☆......☆

اُستاد کا ادب

سمیرا فاطمہ قادری

اُستاد کسی بھی قوم کے لیے ایک معمار کی حیثیت رکھتا ہے اور کامیاب قومیں ہمیشہ اپنے اساتذہ کی عظمت اور خدمات کو شاندار طریقے سے خراجِ تحسین پیش کرتی ہیں۔ اسلام نے اُستاد کی تعظیم اور احترام کو لازم قرار دیا ہے۔ اُستاد ایک ایسی واجب الاحترام ہستی ہے، جس کے فیوض و برکات کا اعتراف ہر انسان نے کیا ہے۔ اقوامِ عالم کے اندر اُستاد کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اُستاد کو ہمیشہ رول ماڈل سمجھا گیا ہے۔ اُستاد کا احترام کرنے والوں نے ہی بلند مقام پایا ہے۔ 5 اکتوبر اُستاد کی عظمت کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ آج میں اپنے معزز اساتذہ کی عظمت کو تہہ دل سے خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں جنہوں نے مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا۔ میں آج جس مقام پر بھی ہوں اپنے روحانی پیشوا بابا جان ابنِ برکت قادری کی وجہ سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ بابا جان کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور اُن کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پہ قائم فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

اس کی امی رانی کو ڈانٹ رہی تھیں......

غلاموں سے سلوک

عیشا صائمہ

منیب باہر گلی میں کھیل رہا تھا۔ جب اس نے اپنی امی کے شور کی آواز سنی تو فوراً بھاگتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ وہ رانی کو آج پھر کسی برتن کے ٹوٹنے پہ ڈانٹ رہی تھیں۔ ''اگر تمہیں کام کرنا نہیں آتا تو کیوں آتی ہو یہاں۔ پہلے کام سیکھ لو اس کے بعد آنا میرے پاس'' یہ کہہ کر انہوں نے رانی کو لان کی طرف دھکیلا۔

اس سے پہلے کہ منیب کچھ کہتا ہارون نے آکر مزید اسے ڈانٹا ''تم ہمیشہ کام خراب کرنے کے بعد ماما کا بلڈ پریشر ہائی کرتی ہو جاؤ یہاں سے''۔

رانی روتی ہوئی گھر سے نکل گئی۔

منیب اپنی امی کے پاس آیا اور بولا۔

''امی جان آپ بھی تو ذرا ذرا سی بات پہ اسے ڈانٹنا شروع کر دیتی ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہے۔ جیسے ہم سے غلطی ہوتی ہے اس سے بھی ہو گئی تو آپ کو اسے معاف کر دینا چاہیے''۔

ثروت بیگم جو پہلے ہی غصے میں تھیں منیب کی باتیں سن کر آگ بگولا ہو گئیں۔

اور اب ان کی توپوں کا رخ اس کی طرف ہو گیا۔ ''تمہیں اپنی ماں کی بجائے اس دو ٹکے کی نوکرانی کی فکر ہے جسے میں نے تمہارے کاموں کے لئے رکھا ہے۔ میں اسے کام کے پیسے دیتی ہوں کام بگاڑنے کے نہیں''۔

ابھی وہ یہ بات کر ہی رہی تھیں کہ رانی اپنی ماں کے ساتھ ثروت بیگم کے پاس آئی اور رو رو کر معافی مانگنے لگی۔ اس کی ماں بھی منتیں کر رہی تھی لیکن وہ کسی طور مان نہیں رہی تھیں۔ جب رانی کی ماں نے رانی کی تنخواہ کا مطالبہ کیا تو وہ مزید غصے میں آ گئیں۔

''میں نے ٹھیکہ لیا ہے کیا؟ ہر ضرورت تمہاری پوری کروں اور نقصان بھی میرا ہو۔ تمہاری بیٹی نے جو نقصان کیا ہے وہ اس کی تنخواہ میں سے کٹے گا اور اب تنخواہ اگلے ماہ ملے گی''۔

رانی کی ماں جانے لگی تو منیب اپنی امی سے مخاطب ہوا ''امی جان! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے۔ ہمارے پیارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اسلام کے آنے سے پہلے غلاموں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا تھا۔ ان کو کسی قسم کے کوئی حقوق حاصل نہ تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر ہمیں یہ تعلیم ہی نہ دی بلکہ اپنے غلاموں سے بہت اچھا سلوک کر کے یہ بتایا کہ غلام بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تلقین کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ''۔ (بحوالہ: بخاری و مسلم شریف)

یہی نہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاس جو غلام آتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ان کو آزاد کر دیتے لیکن یہ غلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق اور محبت و شفقت سے اتنا متاثر ہوتے کہ وہ ماں باپ، بہن بھائی، عزیز و اقارب رشتہ دار، قبیلہ سب کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و شفقت کے سائے میں رہنے کو ترجیح دیتے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا ان کے والد انہیں لینے آئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت کو چھوڑ کر والد کے ہمراہ جانے سے انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کے بیٹے اسامہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر محبت کرتے تھے کہ فرماتے:

''اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو میں اسے زیور پہناتا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت نے بھی یہ گوارا نہ کیا کہ غلاموں اور باندیوں کو غلام یا باندی کہہ کر پکارا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نفرت اور برتری والے الفاظ تبدیل کر دیئے۔ اور فرمایا:

''کہ میرا غلام، میری باندی کہنے کی بجائے میرا لڑکا، میری لڑکی کہا کرو''۔

غلاموں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب تھا سانس اکھڑ رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

''نماز کا اور غلاموں، باندیوں کا بہت خیال رکھنا''۔

امی جان! پھر آپ کو ایک مسلمان گھرانے میں ہوش سنبھالنے اور اپنے سہولت کے لیے کام کرنے والوں کے ساتھ ایسا سلوک روا نہیں رکھنا چاہیے بلکہ خود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل کی ضرورت ہے''۔

منیب کی باتیں سن کر اس کی امی جان شرمندہ ہوئیں اور انہوں نے رانی اور اس کی امی کو بلا کر معافی مانگی اور ان کا حق یعنی مزدوری بھی دی۔

☆......☆......☆

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت و رحمت مخلوقِ خدا کے لیے عام تھی۔

سب کے پیارے، ہمارے نبی ﷺ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وصفات پوری کائنات میں سب سے اعلیٰ ہیں

محمد فاروق دانش

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نے کافروں کے بڑھتے ہوئے مظالم کے باعث ارادہ فرمایا کہ طائف جا کر وہاں کے سرداروں کو دعوتِ اسلام دیں، اگر وہ ایمان لے آتے ہیں تو اس سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوگا۔

یہ سوچ کر آپ ﷺ نے سفر کا ارادہ فرمایا اور حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ طائف کے لیے پیدل سفر پر نکلے۔ طائف پہنچ کر وہاں کے سرداروں سے ملاقات کی اور اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے دعوت قبول کرنے کے بجائے نہ صرف آپ کا مذاق اڑایا بلکہ وہاں کے بدمعاش اور شریر نوجوان پیچھے لگا دیے جو جلوس کی شکل میں اکٹھے ہو گئے اور یہ لوگ نازیبا جملے کہتے اور اپنے بتوں کے نعرے لگاتے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے اور پتھر برسانے شروع کر دیے۔ انہوں نے اتنے پتھر مارے کہ پاؤں مبارک زخمی ہو گئے، اتنا خون بہا کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کو پتھروں سے بچانے کے لیے خود آگے آتے اور پتھر اپنے بدن پر لیتے، جس سے وہ خود بھی لہولہان ہو گئے۔ شدتِ درد کی وجہ سے بیٹھ جاتے، جب آپ چلنے لگتے تو یہ ظالم پھر پتھر برساتے، تالیاں بجاتے اور ہنسی اڑاتے۔

آخر کار آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کے ساتھ قریب میں انگوروں کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مشہور کافر اور آپ ﷺ کے دشمن عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ آپ ﷺ کی حالت دیکھ کر وہ بھی رحم بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے آپ ﷺ کے لیے اپنے غلام کے ہاتھ انگوروں کا خوشہ بھیجا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ آپ ﷺ کی باتیں سن کر انگور لانے والا نصرانی غلام عداس آپ ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔

☆☆☆

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے آخری نبی ﷺ سے پوچھا:

''کیا جنگِ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟''۔

ارشاد ہوا: ''ہاں اے عائشہؓ وہ دن میرے لیے جنگِ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت تھا، جب میں نے طائف میں ایک سردار عبد یالیل کو اسلام کی دعوت دی، اس نے اسلام قبول نہ کیا اور اہلِ طائف نے مجھ پر پتھراؤ کیا۔ میں اس رنج و غم میں چلتا رہا، یہاں تک کہ مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر میرے ہوش و حواس بحال ہوئے۔ وہاں جب میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے، اس بادل میں سے حضرت جبرئیلؑ نے مجھے آواز دی اور کہا:

''آپ ﷺ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے تاکہ وہ آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرے۔''

پھر پہاڑوں کا فرشتہ مجھے سلام کر کے عرض کرنے لگا: ''اے محمدؐ اللہ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ جو چاہیں، حکم دیں اور میں اسے بجا لاؤں۔ اگر آپ ﷺ کہیں تو میں یہ دونوں پہاڑ ان کفار پر الٹ دوں۔''

یہ سن کر میں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ ''اللہ پاک ان کی نسلوں سے اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ کی ہی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نہ بری بات کہتے تھے اور نہ بری بات کہنے والوں کے پاس جاتے تھے۔ نہ بازاروں میں شور و شغب پسند کرتے تھے، برائی کا بدلہ بھی برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معافی اور درگزر والا معاملہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے۔ (مسلم) مزید فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن اپنی خوش اخلاقی کے ذریعے رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے والے شخص کا درجہ پالیتا ہے۔

آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ میں یہ بات شامل تھی کہ اگر کوئی نیک کام کرتا تو اس کی تعریف فرماتے اور خوش ہوتے، اگر کوئی برا کام کرتا تو اسے روکتے۔ آپ ﷺ خود بھی نیکی میں جلدی کرتے۔ آپ ﷺ کے نزدیک نیک انسان وہ تھے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتے۔ آپ ﷺ جب نصیحت فرماتے تو تمام لوگوں کو مخاطب فرماتے۔ آپ ﷺ کا علم، بردباری اور خوش اطواری، تمام صحابہ کرام کے ساتھ یکساں تھی۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کوئی بھی حاضر ہوتا تو مایوس نہ لوٹتا۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت مخلوق باری تعالیٰ کے لیے عام تھی۔ آپ ہر ایک سے گفت گو کرتے وقت سلام سے ابتدا فرماتے، صحابہ کرام میں کوئی چیز تقسیم فرماتے تو ہر ایک کو مساوی حصہ عطا فرماتے، کسی کو محروم نہ فرماتے۔ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں انصاری بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو ان کے سر پر محبت و شفقت سے دستِ مبارک رکھتے اور انہیں سلام کہتے۔ ان کے لیے دعا فرماتے۔ اگر کوئی صحابی آدھی رات کے وقت بھی مہمان بناتا تو آپ ﷺ تشریف لے جاتے اور آرام کا عذر نہ فرماتے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی ساری زندگی اخلاقی اصولوں کی تبلیغ اور قوانینِ الٰہی کی اشاعت میں گزار دی اور ایک دن کے لیے بھی اپنے آس پاس کے ماحول کی سختی سے متاثر نہ ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مردہ، اخلاق و کردار سے ناواقف معاشرہ ایک مثالی اور کامیاب معاشرے میں تبدیل ہو گیا۔ آپؐ کے اخلاق وصفات پوری کائنات میں سب سے زیادہ اعلیٰ ہیں۔ اخلاقیات کی تمام صفات صبر، شکر، تحمل و برداشت، نرم مزاجی،

حقوق کی ادائیگی جیسی تمام صفات آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا کلام اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

''اور بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔'' (سورہ قلم 6)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک دن مجھے کسی کام سے بھیجا، میں چلا حتیٰ کہ چند لڑکوں کے پاس سے گزرا جو کھیل رہے تھے، میں وہاں رک گیا کہ پیچھے سے اچانک مجھے کسی نے گدی سے پکڑا، میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ دریافت فرمایا:

''اے انس! تم وہاں گئے، جہاں میں نے کہا تھا؟''۔

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں جا رہا ہوں۔''

وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ میں دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں رہا، مجھے نہیں یاد کہ کبھی میرے کسی کام کے متعلق فرمایا ہو کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟۔ یا کوئی کام میں نے نہ کیا ہو تو فرمایا ہو کہ تم نے اسے کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے آتا تو آپ ﷺ اس سے مصافحہ فرماتے اور جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑتا آپ ﷺ نہ چھوڑتے اور جب تک وہ اپنا چہرہ نہ پھیرتا، اس سے اپنا چہرہ انور نہ پھیرتے۔ نہ کبھی آپ ﷺ کو اپنے سامنے بیٹھنے والے کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے دیکھا گیا۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ اپنی قوم کے جاہلانہ مذہب پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ آپ انہیں بت پرستی سے روکتے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے مگر وہ صاف انکار کر دیتی تھیں۔ ایک دن آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی شان اقدس کے منافی کلمات کہے۔ یہ بات حضرت ابوہریرہؓ کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ وہ بہت روئے اور اشک بار حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں اپنی والدہ کی نادانی کی روداد سنائی اور درخواست کی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ کرم فرمائے اور میری ماں کو ہدایت عطا فرمائے۔

آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت عطا فرما''۔

ابوہریرہؓ نے یہ دعا سنی تو خوشی سے جھوم اٹھے۔ جلدی جلدی گھر آئے۔ دروازہ کھولنے کے لئے دستک دی۔ ان کی ماں نے ان کے قدموں کی آہٹ سے انہیں پہچان لیا اور کہا:

''ابوہریرہؓ! ابھی اپنی جگہ ٹھہر''۔

آپؓ نے پانی گرنے کی آواز سنی، ان کی ماں غسل کر رہی تھیں۔ آپؓ دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے، وہ غسل سے فارغ ہوئیں، لباس بدل کر آئیں اور دروازہ کھولتے ہی کہنے لگیں۔

''ابوہریرہؓ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بے شک محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

آپؓ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ ان پر فرط مسرت کی ایسی لہر آئی کہ پلکوں پر خوشی کے آنسو چمک اٹھے۔ وہ گھر میں بھی داخل نہ ہوئے اور دروازے سے ہی الٹے پاؤں پلٹ گئے اور رسول ﷺ خدمت میں پہنچے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! مبارک ہو اللہ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرما کر ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما دی ہے۔''

یہ خبر سن کر رسول اللہ ﷺ مسرور ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور ابوہریرہؓ کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ واپس آ گئے۔ ایک وادی جس میں بہت زیادہ درخت تھے وہاں سب کو نیند آ گئی، آپ ﷺ ٹھہر گئے اور لوگ منتشر ہو کر درخت کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ آپ ﷺ درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی اور ہم لوگ سو گئے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ بلا رہے تھے اور اس وقت ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس اعرابی نے مجھ پر تلوار سونت لی، میں بیدار ہوا تو وہ برہنہ تلوار لیے ہوئے کھڑا تھا اس نے کہا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟''

میں نے تین بار کہا: ''اللہ!'' وہ کانپنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آپ ﷺ نے اس کو سزا نہیں دی۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت طلب کی، اس وقت میں آپ ﷺ کے پاس تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے قبیلہ کا برا شخص ہے، پھر اس کو اجازت دے دی جب وہ آیا تو اس سے بہت نرمی سے بات کی وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اس شخص کے متعلق جو فرمایا تھا پھر بھی آپ نے اس سے بہت نرمی سے بات کی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے، جس کو لوگ اس کی بدگفتاری کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ (بخاری)

حضرت علیؓ نے بتایا: رسول اللہ ﷺ صرف بامقصد کلام کرتے تھے، صحابہؓ کی تالیف کرتے اور ان سے انسیت رکھتے، آپ ﷺ ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم کرتے اور اس کو اس کی قوم کا حاکم بناتے، آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کی نافرمانی سے ڈراتے اور لوگوں کے شر سے خود کو محفوظ رکھتے، اپنے اصحابؓ کے حالات کی تفتیش کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ عام لوگ کس حال میں ہیں، اچھی چیز کی تحسین اور تقویت کرتے اور بری چیز کی مذمت کرتے اور اس کو کم زور کرتے، آپ ﷺ ہمیشہ میانہ روی سے کام لیتے اور مسلمانوں کے احوال سے غافل نہ رہتے، مبادا وہ غافل اور سست ہو جائیں یا اکتا جائیں۔ ہر حالت کے لیے آپ ﷺ کے پاس مکمل تیاری ہوتی، مسلمانوں میں سے بہترین لوگ آپ ﷺ کے ہم مجلس ہوتے جو شخص لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک افضل ہوتا اور جو شخص لوگوں کے ساتھ زیادہ نیکی کرتا اور ان سے اچھا سلوک کرتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک بڑے درجہ والا ہوتا۔

غزوہ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ بارگاہ میں عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور چربی کا تیل بنالیں؟''

آپ ﷺ نے اجازت دے دی، اتنے میں حضرت عمرؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ نے ایسا کیا تو مال بردار سواریاں کم ہو جائیں گی۔ البتہ آپ ﷺ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیجئے اور اس پر برکت کی دعا فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ٹھیک ہے'' پھر ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا۔ کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں، کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا۔ یہ سب چیزیں مل کر بھی بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں''۔

چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے لیکن کھانا پھر بھی بچ گیا آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک میں اللہ تعالیٰ کا (سچا) رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جا ملے گا وہ شخص جنتی ہو گا۔''

(یہ حدیث متفق علیہ ہے، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں)

☆......☆......☆

ابن نیاز

بارہ ربیع الاول قریب آ رہی تھی۔ نیاز صاحب کے گھر میں یوں تو سب ہی دین کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے یعنی اللہ کے احکامات اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کو اپنی زندگی میں لاگو کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔ لیکن ربیع الاول کے مہینے میں جیسے ان کو عید سے زیادہ خوشی ہوتی تھی۔ اس کی وجہ اس ماہ مبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری تھی۔ نیاز صاحب کے گھر میں گھر کے ہر فرد کے دلوں میں یہ عشق ان کے چہروں سے نظر آتا تھا۔ اس ماہ میں اٹھتے بیٹھتے درود پاک کا ورد ہر ایک کی زبان پر جاری ہوتا تھا۔

یہ نہیں تھا کہ نیاز صاحب کو اس ماہ کا انتظار رہتا تھا۔ وہ تو سارا سال ہی عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار رہتے تھے لیکن بس اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کو اپنے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے سعادت سمجھتے تھے۔ اور یقیناً یہ پاک پروردگار کا مسلمانوں پر بھی اور کائنات بھر کی تمام مخلوقات پر بھی کرم تھا کہ جن کی وجہ سے، جن کے لیے کائنات تخلیق کی گئی تھی، وہ ہماری رہنمائی کے لیے، ہمیں سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اس دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ نیاز صاحب کا یہ عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سارے گھرانے میں پھیلا ہوا تھا جو ان کی اولاد سے ان کے پوتوں میں بھی منتقل ہوا تھا۔ ان کا ایک پوتا محمد ہاشم خاص طور پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری اور میٹھی باتوں کو سننا بہت پسند کرتا تھا۔ اس کو دراصل یہ عشق دو طرف ملا تھا۔ دادا ابو تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

اونٹ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے......

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میٹھی باتیں

باتیں سناتے ہی تھے، اس کے نانا ابو بھی جب اس کو ملتے، دیگر باتوں کے ساتھ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری زندگی سے کوئی نہ کوئی واقعہ سنا دیتے۔ یوں محمد ہاشم کو بہت سے واقعات زبانی یاد تھے۔ پھر بھی وہ اکثر اپنے دادا ابو یا نانا ابو سے فرمائش کر کے کوئی نہ کوئی واقعہ سن لیتا تھا۔

☆☆☆

بارہ ربیع الاول کی تاریخ آ گئی تھی اور اتفاق سے دن بھی پیر کا تھا۔ صبح سویرے ہی نیاز صاحب کے گھر میں میٹھے چاول پکنے شروع ہو گئے تھے۔ پھر محمد ہاشم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے محلے کے سارے گھروں میں خوشی خوشی وہ میٹھے چاول تقسیم کیے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد نیاز صاحب جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے اور ان کے پیچھے محمد ہاشم بھی داخل ہوا تو گھر میں ان کے سارے پوتے پوتیاں اکٹھے ہو چکے تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ دو دوسرے شہروں میں ملازمت کرتے تھے اور وہیں رہتے تھے۔ جب کہ ان کے شہر میں رہنے والے دونوں بیٹے اپنے اپنے گھر میں رہتے تھے۔ لیکن دن میں کئی بار وہ اپنے والد نیاز صاحب کی طرف چکر لگاتے تھے، جن کے پاس سب سے چھوٹا بیٹا اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ ان کی بیٹی بھی اپنے بچوں کے ساتھ آئی تھی۔ انھیں بہت خوشی ہوئی۔ سب بچوں نے انھیں اجتماعی سلام کیا جس کا انھوں نے بہت جوش سے جواب دیا۔ اور ہر بچے سے فرداً فرداً ہاتھ بھی ملایا۔

''ماشاء اللہ۔ آج تو ہمارے گھر میں بہت رونق لگی ہوئی ہے''۔ نیاز صاحب نے خوش ہو کر کہا۔

جی بابا جان! آج کیوں رونق نہ ہوگی۔ آج کا دن کتنا مبارک ہے۔ کتنا خوب صورت ہے۔ آپ دیکھیں موسم بھی کتنا خوشگوار ہے۔" سب سے بڑے بیٹے عدنان نے جواب دیا اور دیگر بیٹے مثبت انداز میں سر ہلانے لگے۔

"بے شک۔ ایسا ہی ہے۔ اور یقیناً ایسا ہی ہے۔ بہت خوب صورت موسم ہو رہا ہے۔ کیوں نہ آج باہر لان میں بیٹھ کر باتیں کی جائیں۔" نیاز صاحب نے کہا۔

"جی جی بابا جان۔ بس ابھی آئے۔" چھوٹے سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

پھر وہ اندر کی طرف دوڑ پڑا کہ کرسیاں اٹھا لائے۔ اس کے ساتھ دو دوسرے بھائی بھی دوڑے کہ میز بھی لانی ہے، پانی کا جگ، گلاس وغیرہ بھی لانے ہیں۔ جلد ہی سلیمان اور فرحان کرسیاں تھامے چلے آرہے تھے۔ جب کہ ارسلان کے ہاتھ میں ایک بڑی میز تھی۔ انھوں نے وہ سب لان میں لا کر یوں ترتیب دی کہ میز کے گرد دائرہ سے بن گیا۔ ابھی وہ ترتیب دے ہی رہے تھے کہ انھوں نے برتنوں کی آواز سنی۔ جب مڑ کر دیکھا تو سب بچے چھوٹا چھوٹا اٹھائے ہوئے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ کسی کے ہاتھ میں گلاس، تو کوئی جگ تھامے ہوئے تھا۔ چند ایک نے کرسیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔

"ارے بچو! یہ سب کیا ہے؟" نیاز صاحب نے ان بچوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"دادا ابو! آپ آج پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں کریں گے تو ہم نے بھی وہ سننی ہیں۔ ہمارا بھی دل کرتا ہے کہ ان کی پیاری باتیں سنیں، اور ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کریں۔" سب سے بڑے پوتے محمد عمر نے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ، یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ آپ سب آئیں اور بیٹھیں۔" نیاز صاحب نے محبت سے جواب دیا۔

"دادا ابو، دادا ابو! یہ بتائیں کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی اسی طرح ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بیٹھ کر بارہ ربیع الاول کو خوشی منایا کرتے تھے؟" محمد ہاشم سوال کرنے میں پہل کر دی۔

"بیٹے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ایک دن نہیں، ہر دن ہی خوش رہتے تھے۔ ان کا دل کرتا تھا کہ وہ ہر وقت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود رہیں۔ ان کے چہرہ مبارک کو دیکھتے رہیں، ان کی میٹھی اور پیاری باتیں سنتے رہیں۔ ان کے لیے ہر دن ہی بارہ ربیع الاول ہوتا تھا۔" نیاز صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو ہم صرف بارہ ربیع الاول کو ہی یہ خوشی کیوں مناتے ہیں؟" انس احمد نے سوال کیا۔

"بیٹا! اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو میرا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری کوتاہی ہے۔ ہمیں واقعی ہر دن ہی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس بات کا شکر کہ اس اللہ نے ہمارے لیے ایک ایسی ہستی دنیا میں بھیجی، جس کا دنیا میں کوئی ثانی نہیں ہے۔ جو سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ جنھوں نے اللہ کے احکامات ہمیں پہنچائے اور ان احکامات پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ یہ واقعی خوشی کا مقام ہے اور شکر کرنے کی بات ہے۔" نیاز صاحب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا اس دن یہ محفل سجانے سے اور درود پاک پڑھنے کا ثواب زیادہ ملتا ہے؟" انس احمد نے پھر سوال کیا۔

"بیٹا! ہمارے گھر میں تو آپ سب جانتے ہی ہو کہ سارا سال ہی، ہر روز ہی پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔ ان پر گھر کا ہر فرد ہی درود پاک پڑھتا ہے۔ ہر نماز کے بعد بھی اور ہر وقت بھی۔ ہم اکثر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں بھی کرتے ہیں، ان کی باتیں سنتے بھی ہیں۔ اس لیے ہماری تو سمجھیں روز ہی عید ہوتی ہے۔" نیاز صاحب کے بڑے بیٹے عدنان کہا۔

"ہاں ہاں! بارہ ربیع الاول کو تو سب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناتے ہیں"۔ احمد نے بھی اپنا حصہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"وہ اس لیے مناتے ہیں کہ ہمیں ان کی دنیا میں آنے کی خوشی بہت ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے، ضرور منائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ سارا سال ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو ہم اپنی زندگی میں شامل رکھیں تو ہی اس عید کا مزہ آئے گا۔ ورنہ کیا فائدہ"۔ نیاز صاحب نے خوب صورت جواب دیا۔

"دادا ابو! ہمیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ سنائیں نا"۔ محمد ہاشم نے ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

"آپ سب جانتے ہیں کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے ہی ہمیشہ رحم والا معاملہ فرمایا ہے۔ چاہے وہ انسان ہوں، جانور یا پرندے۔ ان کے رحم کا ایک واقعہ سنن ابو داؤد اور مسند احمد میں کچھ اس طرح تحریر ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا۔ جب اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ رو پڑا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے، یہ کس کا اونٹ ہے؟ انصار کا ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ میرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بے زبان جانور کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے بہت زیادہ کام لیتے ہو"۔ انھوں نے ایک واقعہ سنایا۔

"دادا ابو! پھر کیا ہوا؟" ان کی پوتی زہرا نے پوچھا۔

"پھر کیا ہونا تھا۔ ان صحابیؓ نے وعدہ کیا کہ وہ اونٹ کا بہت خیال رکھیں گے اور انھوں نے اپنے وعدے کو نبھایا بھی"۔ زہرا کے چھوٹے چچا فرحان نے جواب دیا۔

اسی اثنا میں ان کی ایک بہو شام کی چائے لا چکی تھیں۔ ان سب نے باتوں کا وقفہ کیا اور چائے پینے لگے۔ کچھ بچے چائے کی بجائے جوس پیتے تھے۔ تو ان کے لیے موسمی پھلوں کا جوس بنا کر لایا گیا تھا۔ جوس بھی تازہ تھا۔ اسے پی کر سب بچے فرحت محسوس کرنے لگے۔ مغرب کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ نیاز صاحب نے سب بچوں سے نماز کی تیاری کرنے کا کہا اور خود بھی مسجد جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"سب بچے وعدہ کریں، کہ ہمیشہ اللہ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل کریں گے اور ساری زندگی کرتے رہیں گے"۔ نیاز صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جی نانا ابو۔ ان شاء اللہ۔ ہم جانتے ہیں کہ اسی میں ہماری دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ تب ہی ہماری مغفرت کریں گے، جب ہمارے اعمال سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہوں گے"۔ ان کی نواسی عروج نے جواب دیا۔

"ان شاء اللہ"۔ سب بچوں نے کہا۔

پھر نیاز صاحب کے بیٹوں نے لان سے کرسیاں اور دیگر سامان اپنے بچوں کے ساتھ اٹھایا اور اندر اپنی اپنی جگہ پر رکھ کر نماز کی تیاری کرنے چلے گئے۔ سب بہت خوش تھے کہ انھوں نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری باتیں سنی تھیں اور ان پر عمل کا وعدہ کیا تھا۔

☆......☆......☆

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درخشندہ زندگی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلم اخلاق بنا کر بھیجا گیا......

عبدالحفیظ شاہد

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو"۔

جب ہر سو ظلمت کے سائے پھیلے ہوئے تھے۔ عالم رنگ و بو میں شیطانیت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا، اسی لمحہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی اور انسانیت پر رحم فرماتے ہوئے نبی کریم، خاتم النبیین، شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں اس وقت تشریف لائے جب جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہر سو چھائے ہوئے تھے۔ ہر طرف مایوسی تھی۔ انسان نے درندگی میں حیوانوں کو بھی پیچھے چھوڑا ہوا تھا۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور علم، معرفت اور اللہ کے ساتھ تعلق کا ایک چراغ جلایا جس نے چاروں جانب پھیلی سیاہ رات کو نور سے بھر دیا اور اب قیامت تک کے لئے انسانیت کی قیادت و رہنمائی کے لیے روشن و پرنور راستہ مہیا کر دیا جس پر چل کر ہر اندھیرے کا مداوا کیا جا سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کائنات کے تمام خوبصورت پہلوؤں کا مجموعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے تمام رشتوں اور ذمہ داریوں کو احسن انداز میں نبھا کر 1400 سو سال تک آنے والی امت کو زندگی کی ہر کامیابی اور ناکامی سے آگاہ فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ قیامت تک انسانیت کے لئے پیشوائی و رہنمائی کا شاندار نمونہ ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ ترجمہ "تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے" زندگی کے جملہ پہلوؤں کی طرح معلم کی حیثیت سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ایک منفرد اور بے مثل مقام رکھتی ہے۔ نبوت اور تعلیم و تربیت آپس میں لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منصب سے متعلق ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: "بے شک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں" یہ وہ معلم تھے جن کی تعلیم و تدریس نے صحرا کے دیہاتیوں کو پورے عالم کی قیادت کے لئے ایسے شاندار اوصاف اور اعلیٰ اخلاق سے مزین کیا جس کی مثال تاریخ انسانیت میں کہیں نہیں ملتی۔

معلمین کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتے ہیں۔ استاد کی تربیت وہ آب حیات ہے جس پر انسان کی صفات کا ہی نہیں بلکہ ساری زندگی کا دارومدار ہے۔ استاد ہی ہے جس نے طالبعلم کو زندگی کا سلیقہ اور مقصد سکھایا، سوچ اور فکر کی راہیں متعین کیں، اعتماد دیا، زندگی کی گتھیاں سلجھانے کے گر بتائے، مجنوں کے ساتھ پہلا سبق پڑھایا۔ اور بادشاہ نہ ہوتے ہوئے بادشاہ بننے کے گر سکھائے۔ اور اس کی واضح مثال اصحاب صفہ کا گروہ ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ کا ایک ایسا گروہ تھا جو فقر و فنا کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ اتنے غریب تھے کہ ان میں سے کسی ایک کے بدن پر بھی چادر نہ ہوتی تھی یہ لوگ صرف ایک لنگی (تہ بند) سے اپنا ستر چھپاتے تھے۔ ایسے لوگ جنہوں کھانے کو روٹی تک میسر نہ تھی جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاگردی میں آئے تو وقت کے امام بنے۔ اور یہ آپ کی شاگردی اور تربیت ہی کا تو اثر تھا کہ باب العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اس سے کہ میں دنیا سے چلا جاؤں، مجھ سے سوال کرو کیونکہ میرے بعد مجھ جیسا کوئی نہیں ملے گا جس سے تم سوال کر سکو گے" (تفسیر ابن کثیر)۔

استاد کا کردار ایک ہیرو تراش کے جیسا ہوتا ہے کہ اس کی محبت سے معاشرے کی کردار سازی ہوتی ہے۔ چونکہ استاد علم کے حصول کا براہ راست ذریعہ ہے، اس لیے استاد کی تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ جو لوگ اپنے استاد کا احترام نہیں کرتے وہ زندگی کے کسی بھی میدان میں ترقی نہیں کر سکتے اور وہ ہمیشہ اپنی منزل سے دور ہی رہتے ہیں۔ پھر جن لوگوں کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور پیار بھری نظروں نے سنوارا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے حوالے سے جامع تعلیمات کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ کی صورت میں مثالی لوگوں کی ایسی جماعت تیار کی جنہوں نے ہر معاملے میں اور ہر دور میں امت کی رہنمائی فرمائی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حیات مبارکہ کی روشن کرنیں انسانوں کی لیے رہنمائی کا وہ روشن دریچہ ہیں کہ جہان کائنات کے ہر ذی روح کے لیے ازل سے ابد تک کامیابی و کامرانی کے سارے پوشیدہ بھید عیاں ہو جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثالی معلم تھے۔ جہالت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر کے انہیں اس شان سے پورے عالم کی قیادت کے قابل بنا دیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی مبارک و اطہر مثال ساری کائنات میں سورج لے کر بھی ڈھونڈیں تو ایسی دوسری کوئی مثال ممکن ہی نہیں۔ طائف جیسا کوئی ایک واقعہ تو ثابت کریں کہ آپ جیسے با اختیار معلم نے پتھر کھا کر معاف فرما دیا ہو جبکہ فرشتے ظالموں کی نیست و نابود کرنے کے لئے تیار کھڑے ہوں۔ عنایات کے یہ انداز صرف آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نظر آتے ہیں کہ فتح مکہ ہو یا طائف کا سفر ہر جگہ ظلم کرنے والوں کو دعائیں دی جا رہی ہوں یا جنت کی بشارتیں دے جا رہی ہوں۔ ضرورت اس امر کی ہے ہم معلم کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور کردار کو مشعل راہ بنا کر تعمیر معاشرت کرنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کی کوشش کریں تاکہ ہر سو پھیلی انارکی، بے راہ روی اور انتشار کا خاتمہ ہو سکے۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

☆......☆......☆

مہمان کے آجانے پر اپنا دل تنگ نہ کرو۔ کیونکہ مہمان اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرماتا ہے، جس کو پسند فرماتا ہے۔

مہمان

اریبہ ارم اعوان

''شرم نہیں آتی تمھیں یہ کیا کر رہے ہو تم میرے کمرے میں؟ تم میری کتاب پھاڑ رہے تھے؟'' مستقیم چیختے ہوئے محراب سے بولا۔

''نہیں بھائی وہ میں تو کتاب میں تصویریں دیکھ رہا تھا۔'' محراب معصومیت سے بولا۔

مستقیم کی امی اور پھوپھو اس کی آواز سن کر کمرے میں آ گئیں مگر مستقیم تو جیسے اپنے ہوش میں ہی نہ تھا۔ چیختے ہوئے بولا: ''دفع ہو جاؤ یہاں سے، آ جاتے ہیں ہر وقت دوسروں کے گھروں میں۔ نہ خود چین سے بیٹھتے ہیں نہ دوسروں کو بیٹھنے دیتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے مستقیم نے ایک زوردار تھپڑ محراب کے گال پر جڑ دیا۔ وہ روتے ہوئے اپنی امی سے چمٹ گیا۔ مستقیم کی امی نے اسے ڈانٹا کہ یہ اس نے کیا کیا ہے؟ پر وہ ان کی بات کا جواب دیے بغیر کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ ہم جماعت کا ایک محنتی اور ذہین طالب علم تھا۔ ساتھ ہی وہ اکلوتا بھی تھا۔ وہ بہت اچھا بچہ تھا۔ پر اس کی ایک بہت بری عادت تھی۔ وہ گھر میں آئے مہمانوں کو بوجھ سمجھتا تھا۔ اسے مہمانوں سے چڑ تھی۔ وہ ہمیشہ یہی سوچتا تھا کہ مہمان مفت کی روٹیاں توڑنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ ہر خوشی کے موقع پر آدھمکتے ہیں تاکہ دوسروں کو خوش نہ رہنے دیں۔ اس کے والدین اسے کئی مرتبہ سمجھا چکے تھے کہ ''مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس گھر سے خوش ہوتا ہے وہاں مہمان بھیجتا ہے'' پر مستقیم ان کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتا۔ کلاس روم میں بھی اس کا صرف ایک ہی دوست تھا کیونکہ علی کا گھر بہت دور تھا۔ اس لئے مستقیم نے اس سے دوستی کر لی تاکہ وہ بھی اس کے گھر نہ آ سکے۔ مہمانوں کے ساتھ برے رویے کی وجہ سے رشتے داروں نے ان کے گھر آنا ہی چھوڑ دیا۔ اس کے والدین بہت پریشان تھے کہ اسے کس طرح سمجھائیں۔ آج تو اس نے حد ہی کر دی تھی۔ اس کی محراب کو تھپڑ مارنے والی حرکت پر اس کی امی کو بہت افسوس ہوا۔ اس کی پھوپھو جان کے گھر دو دن کے لئے رہنے آئی تھیں شام کو ہی واپس چلی گئیں۔ جب مستقیم گھر واپس آیا تو اس کی پھوپھو جا چکی تھیں۔ اس نے سکون کا سانس لیا۔ پر اسی وقت اس کی امی کمرے میں داخل ہوئیں۔ مستقیم کو دیکھ کر وہ بولیں: ''بیٹا یہ آج تم نے کیا کیا؟ کیا کوئی گھر آئے مہمان سے اس طرح پیش آتا ہے؟''

''تو امی آپ ہی بتائیں اب کیا ان لوگوں کو سر پر چڑھا لیں۔ جب دیکھیں کوئی نہ کوئی مہمان آ رہا ہے، انھیں اپنے گھروں میں سکون نہیں ملتا جو چل پڑتے ہیں دوسروں کے گھروں کو گندا کرنے'' وہ تقریباً چیختے ہوئے بولا۔

''بہت بُری بات بیٹا۔ گھر آئے مہمانوں کے بارے میں ایسا نہیں بولتے کیونکہ مہمان نوازی کرنا سنت ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمانوں کی خود بھی مہمان نوازی کرتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کا درس دیتے۔''

مستقیم کے ابو جو کافی دیر سے اس کی باتیں باہر کھڑے سن رہے تھے، اندر داخل ہو کر بولے: ''پر ابو مجھے مہمان نہیں پسند مجھے نہیں پتا، بس گھر اب کوئی نہ آئے، ہمیں تنگ کرنے۔'' مستقیم یہ کہتے ہوئے بستر پر دراز ہو گیا اور آنکھیں موند لیں۔

اس کی امی اور ابو اس کے کمرے سے باہر آ گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کس طرح اس کو سمجھائیں اگلے روز وہ سکول گیا تو علی نے اسے بتایا کہ آج اس کے ماموں اس کے گھر آ رہے ہیں۔ علی کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے کزنز کے ساتھ خوب کھیلے گا۔ مستقیم کو حیرت ہوئی کہ علی اپنے ماموں کے آنے پر اتنا خوش کیوں ہے جبکہ مہمان تو سوائے بوجھ کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ جب چھٹی ہوئی تو وہ گھر کی طرف روانہ ہوا۔ سڑک پر پہنچا تو وہ علی کی باتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بے دھیانی کی وجہ سے وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر سڑک پار کرنے لگا کہ اچانک ایک تیز رفتار گاڑی اسے ٹکر مارتی آگے نکل گئی۔ مستقیم کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ہسپتال میں پایا۔ اپنے امی ابو کو دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی پر شدید تکلیف کی وجہ سے اٹھ نہ سکا۔ اس کی ٹانگ کی ہڈی بری طرح سے ٹوٹ چکی تھی۔ دو دن بعد اسے ہسپتال سے چھٹی دے دی گئی مگر ڈاکٹر نے اسے مسلسل تین ہفتوں تک بستر پر لیٹے رہنے کی تاکید کی۔ اسے گھر آئے ڈیڑھ ہفتہ گزر چکا تھا۔ اس کی امی سارا دن کاموں میں مصروف رہتیں۔ مستقیم چپ چاپ لیٹ لیٹ کر تھک چکا تھا وہ چاہتا تھا کہ تنہائی میں کوئی اس کے پاس آئے اس سے باتیں کرے، پر اب کوئی ان کے گھر نہیں آتا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے محراب کے ساتھ بہت برا کیا تھا جبکہ وہ تو صرف کتاب دیکھ رہا تھا۔ لیکن مستقیم نے محض اپنی چڑ کے ہاتھوں مجبور ہو کر تھپڑ مار دیا تھا۔ وہ اپنے کیے پر پچھتانے لگا۔

اسی وقت اس کی امی کمرے میں داخل ہوئیں۔ مستقیم کو روتے دیکھا تو اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ وہ بولا: ''امی ہمارے گھر اب کوئی کیوں نہیں آتا؟ میں اکیلے رو رو کر تھک چکا ہوں۔ امی اس دن محراب کی کوئی غلطی نہیں تھی آپ پھوپھو کو بلائیں ناں میں ان سے معافی مانگنا چاہتا ہوں'' وہ روتے ہوئے بول رہا تھا۔ ''بیٹا آپ کو پتا ہے مہمانوں کے آنے سے تو گھر میں رونق ہو جاتی ہے۔ کوئی ہمیشہ تھوڑی دوسروں کے گھر رہنے کے لئے آتا ہے کچھ دیر کی تو بات ہوتی ہے۔''

''امی مجھے معاف کر دیں میں آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔'' مستقیم بولا۔

''کوئی بات نہیں بیٹا آپ تنہائی میں درود شریف پڑھتے رہا کرو کیونکہ اس سے ثواب ہوتا ہے۔'' مستقیم کی امی بولیں۔

اگلے دن مستقیم کی امی کے بلانے پر اس کی پھوپھو آئیں تو اس نے پھوپھو سے معافی مانگی۔ انھوں نے اسے پیار کیا اور ساتھ ہی ماہنامہ ''پھول'' کے کچھ شمارے اسے تحفے کے طور پر دیے تاکہ وہ ان سے اچھی باتیں سیکھ سکے۔ مستقیم نے محراب کو اپنے پاس بلایا اور اسے ایک تصویری کہانیوں کی کتاب تحفے میں دی جسے دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوا اور مستقیم کے گلے لگ گیا۔ آج مستقیم کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ وہ اپنی غلطی سدھار چکا تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ مہمان زحمت نہیں رحمت ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆

سُوۡرَۃُ الۡاَحۡزَاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۴۰﴾

محمد شعیب مرزا

وہ کتابوں کو دیکھ کر حیران ہو گیا کیونکہ......

اصل دولت

غلام مصطفیٰ بہت پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا اُس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ اُس نے بہت کوشش کی تھی کہ اس کے ذہن سے یہ بات ہی نکل جائے۔ لیکن جتنا وہ اس بات کو ذہن سے جھٹکتا اتنی ہی وہ بات اس کے دماغ پر سوار ہو جاتی تھی۔

نوید احمد اس کا ہم جماعت تھا۔ اس کے ابو سرکاری ملازم تھے۔ ان کا تبادلہ اس شہر میں ہوا تھا۔ لہٰذا نوید احمد کو اسی سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ وہ ذہین لڑکا تھا۔ غلام مصطفیٰ بھی پڑھائی میں تیز تھا اس لئے دونوں پڑھائی میں ایک دوسرے سے مدد لے لیا کرتے تھے۔ اس طرح دونوں کی دوستی ہو گئی لیکن یہ دوستی صرف سکول تک ہی محدود تھی۔

میٹرک کا امتحان ہونے والا تھا۔ سکول میں ہر ہفتے ایک دو ٹیسٹ ہوتے تھے اور امتحان کے پیشِ نظر خوب تیاری کروائی جاتی تھی۔ اتفاق سے ان دنوں غلام مصطفیٰ کو بخار ہو گیا اور وہ تین دن سکول نہ جا سکا۔ تیسرے روز سہ پہر تک اس کی طبیعت بہتر ہو گئی۔ اگلے دن ٹیسٹ تھا۔ وہ اگر ٹیسٹ نہ بھی دیتا تو اسے کچھ نہ کہا جاتا لیکن اسے اپنی پڑھائی کی فکر رہتی تھی اور وہ میٹرک کے امتحان میں اچھے نمبر لے کر کسی اچھے کالج میں داخلہ لینا چاہتا تھا۔ لہٰذا اُس نے سوچا کہ نوید احمد کے گھر جا کر گزشتہ تین دن پڑھایا جانے والا سبق سمجھ لے اور کچھ ٹیسٹ کی تیاری کر لے۔

نوید احمد کا گھر اس کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس سے پہلے وہ کبھی اس کے گھر نہیں گیا تھا۔ البتہ اسے اس گلی کا پتا تھا جس میں نوید احمد کا گھر تھا۔ امی سے اجازت لے کر وہ اس گلی میں پہنچ گیا اور ایک دکاندار سے پوچھ کر اس نے نوید احمد کے گھر کی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ اتفاق سے دروازہ نوید احمد ہی نے کھولا۔ وہ غلام مصطفیٰ کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔ وہ اسے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ نوید احمد کا گھر خاصا خوبصورت اور وسیع تھا۔ وہ کچھ دیر ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر گپ شپ لگاتے رہے۔ نوید احمد نے اس کی خوب خاطر مدارت کی پھر وہ مطالعے کے کمرے میں آ گئے۔

مطالعے کے کمرے میں بہت سی کتابیں بڑے قرینے سے الماریوں میں سجی ہوئی تھیں۔ غلام مصطفیٰ اتنی کتابیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ غلام مصطفیٰ کی حیرانی دیکھ کر نوید احمد نے اسے بتایا کہ یہ کتابیں اس کے ابو کی ہیں۔ دیگر گھر والوں کے علاوہ اس کے ابو اور ان کے دوست ہر ہفتے یہاں جمع ہو کر ان کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ غلام مصطفیٰ الماریوں میں سجی ان کتابوں کو غور سے دیکھنے لگا۔ جوں جوں وہ کتابیں دیکھتا جا رہا تھا اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا کیونکہ ان میں زیادہ تر کتابیں ایسی تھیں جو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف تھیں۔ اس نے ان میں سے کچھ کتابوں کی ورق گردانی کی تو اسے سخت صدمہ پہنچا کیونکہ ان میں اسلام کے بہت سے بنیادی عقائد کے خلاف لکھا ہوا تھا۔

غلام مصطفیٰ نے قدرے ناگواری سے نوید احمد سے پوچھا ''کیا تمہارا تعلق ان لوگوں سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے؟''

نوید احمد جو بڑے غور سے غلام مصطفیٰ کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہا تھا مسکراتے ہوئے بولا ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں ہمارے عقیدے کو لوگوں نے خواہ مخواہ الجھا دیا ہے اور اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ تم اس طرح کرو کہ کچھ کتابیں لے جاؤ اور ان کا مطالعہ کرو پھر اصل بات تم پر واضح ہو جائے گی۔ اگر گھر نہ لے جانا چاہو تو یہیں آ کر پڑھ لیا کرو۔ کسی وضاحت کی ضرورت ہوئی تو میں کر دیا کروں گا۔ اس سلسلے میں ابو سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔''

غلام مصطفیٰ کو نوید کی اس بات پر مزید طیش آ گیا۔ وہ بولا ''تم چاہتے ہو کہ میں یہ گمراہ کن لٹریچر پڑھ کر تمہاری طرح گمراہ ہو جاؤں؟''

''اس میں گمراہ ہونے والی کون سی بات ہے۔ تم پڑھے لکھے ہو۔ ذہین ہو۔ کتابوں میں ہر بات دلیل سے سمجھائی گئی ہے۔ اگر بات تمہاری سمجھ میں آ جائے تو ٹھیک ورنہ کوئی زبردستی تو نہیں ہے۔'' نوید احمد نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

''مجھے تمہارے لٹریچر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے قرآن اور حدیث ہی کافی ہے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ''خاتم النبیین'' یعنی آخری نبی ہونے کو وضاحت سے ذکر آیا ہے اور اسے ہی اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔'' غلام مصطفیٰ نے دلیل پیش کرتے ہوئے کہا۔

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے''۔ (القرآن۔ سورۃ الاحزاب۔ آیت 40)

''اچھا تم ہماری کوئی کتاب نہ پڑھو۔ تم اس طرح کرو کہ رات کو دو نفل استخارے کی نیت کر کے پڑھو اور یہ دعا مانگ کر سو جاؤ کہ مجھے اس عقیدے کے بارے میں رہنمائی ملے۔ اس پر تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پھر جو رہنمائی تمہیں ملے اس کے مطابق فیصلہ کر لینا۔'' نوید احمد نے کہا۔

نوید احمد کی یہ بات سن کر غلام مصطفیٰ چکرا کر رہ گیا۔ فوری طور پر وہ اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ وہ مزید وہاں نہیں رکنا چاہتا تھا۔ لہٰذا ''میں چلتا ہوں'' کہہ کر باہر نکل آیا۔ باہر آتے ہوئے نوید احمد نے اسے کہا ''مجھے اپنے فیصلے سے ضرور آگاہ کرنا اور ہاں یہ تمہارا اپنا گھر ہے، جب دل چاہے آ جایا کرو۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جو فاتحانہ بھی تھی اور شاطرانہ بھی۔

غلام مصطفیٰ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ اس کا ذہن اس بات میں الجھا ہوا تھا کہ استخارے کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کی جاتی ہے۔ پھر نوید احمد نے اسے ایسا کرنے کیلئے کیوں کہا تھا۔ کیا اس کا عقیدہ صحیح ہے؟ یہ سوچتے ہی اسے جھرجھری آ گئی اور اس نے استغفار کیا، نعوذ باللہ پڑھا۔ کیونکہ اس نے نوید احمد کے گھر میں موجود کتابوں میں ان کے عقائد کے بارے میں جو کچھ پڑھا تھا وہ کسی بھی مسلمان کیلئے باعث تکلیف تھا۔

وہ پریشانی اور بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ اتنے میں مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی اور وہ عشاء کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد چلا گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر اس نے امام صاحب سے اپنا مسئلہ بیان کیا۔

اس کا مسئلہ سن کر امام صاحب نے اسے شاباش اور مبارک باد دیتے ہوئے کہا ''تم خوش قسمت ہو کہ تم نے اس کے مشورے پر عمل نہیں کیا اور تمہارا عقیدہ اور ایمان خراب ہونے سے بچ گیا۔ تم نے اچھا کیا کہ میرے پاس چلے آئے۔ ورنہ لوگ کسی سے مشورہ کرنے کے بجائے خود ہی غلط قسم کے فیصلے کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر بچوں کو چاہئے کہ جب اس قسم کا کوئی مسئلہ انہیں درپیش ہو تو انہیں اپنے بڑے بھائی، والدین یا کسی بزرگ سے ضرور مشورہ کرنا چاہئے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے تم پر اپنا فضل کیا۔''

''لیکن وہ استخارے والا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا''۔ غلام مصطفیٰ نے مولوی صاحب سے پوچھا۔

''بیٹا اسلام کے بنیادی عقائد پر مکمل یقین ہی کا دوسرا نام ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہونے پر ہمارا ایمان غیر متزلزل ہونا چاہئے۔ جب ہم اس حوالے سے استخارے کی نیت کرتے ہیں تو گویا ہمارا یقین شک میں بدل جاتا ہے۔ اس طرح دل سے ایمان خارج ہو جاتا ہے اور شیطان غالب آ جاتا ہے جو انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ ایسا حربہ استعمال کرتے ہیں جس سے نہ صرف سادہ لوح بلکہ پڑھے لکھے افراد بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

ایک مثال سے تمہیں مزید سمجھاتا ہوں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے دور میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ آپؒ نے اسے جھٹلایا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے نبوت کی نشانی طلب کرو تو جواب میں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جس نے اس سے نبوت کی نشانی طلب کی۔ وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

امام صاحب کی باتیں سن کر غلام مصطفیٰ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اسے گمراہ ہونے سے بچا لیا پھر اس نے سوال کیا۔

''کیا میں اب نوید سے کوئی تعلق رکھوں یا نہیں؟''۔

''بہتر تو یہ ہے کہ تم اس سے محتاط رہو۔ اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں البتہ سکول میں تم اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ اگر تم کسی کو گمراہی سے نکال کر جہنم کی آگ سے بچا لیتے ہو تو اس سے بڑی نیکی اور کوئی نہیں ہے۔ انبیاء اور اولیاء یہی کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ممکن ہے تمہاری کوشش سے تمہارا دوست اور اس کے گھر والے دوبارہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو جائیں لیکن اگر وہ گمراہی سے باز نہ آئیں تو ان سے قطع تعلق کر لو۔ ورنہ تمہارے گمراہ ہونے کا خدشہ باقی رہے گا۔ بدعقیدہ اور برے لوگوں کی دوستی کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی کسی لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھا ہو اور وہ جتنا چاہے اپنے کپڑوں کو بچا کر رکھے کوئی نہ کوئی چنگاری کپڑوں پر ضرور پڑ جائے گی۔''

غلام مصطفیٰ نے امام صاحب کا شکریہ ادا کر کے اجازت چاہی اور وہ یہ ارادہ کر کے وہاں سے اٹھا کہ وہ نہ صرف نوید احمد جیسے لوگوں کو گمراہی سے نکالنے کی کوشش کرے گا بلکہ امام صاحب کی بتائی ہوئی باتوں کو زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچائے گا تاکہ اگر کوئی ایمان دشمن کسی مسلمان پر ایسا ہتھکنڈہ استعمال کرے تو وہ اس کے ایمان کی دولت لوٹنے نہ پائے کیونکہ یہی اصل دولت ہے اور اس دولت کے سامنے دنیا کی تمام دولتیں ہیچ ہیں۔

☆......☆......☆

جلد بازی شیطان کا کام ہے

بینش احمد

''جو سب سے پہلے اپنا سکول کا کام مکمل کرے گا اس کو میں ایک چاکلیٹ دوں گی'' امی نے احمد اور احد سے کہا۔

احمد جلدی جلدی بیگ کھولتے ہوئے بولا ''چاکلیٹ تو آج مجھے ہی ملے گی''۔ احد بھی مسکراتے ہوئے اپنا بیگ کھولنے لگا۔ احمد اور احد جڑواں بھائی تھے۔ دونوں ایک ہی جماعت میں پڑھتے تھے۔ احد بہت نرم اور شگفتہ مزاج کا بچہ تھا، جبکہ احمد بالکل اس کے برعکس تھا۔ وہ ہر کام بغیر سوچے سمجھے اور تیزی سے کرتا اور ہمیشہ نقصان اٹھاتا۔

''امی جان! میں نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ اب جلدی سے مجھے چاکلیٹ دے دیں'' احمد نے اپنی کاپی بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''ارے...... ارے...... ایسے کیسے...... پہلے مجھے چیک تو کرنے دو کہ تم نے کام صحیح بھی کیا ہے یا نہیں'' امی نے احمد کی کاپی کھولتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا احمد...... ؟ تم نے سارا کام کتنا غلط کیا ہے۔ ایسا کام جب ٹیچر نے دیکھا تو کتنا غصہ کریں گی'' امی نے احمد کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ احمد شرمندہ سے چہرے کے ساتھ اپنا کام دوبارہ سے کرنے لگا۔ اتنے وقت تک احد بھی اپنا کام مکمل کر چکا تھا۔ اس نے اپنا کام امی کو دکھایا۔

''ماشاء اللہ۔ بہت پیارا کام کیا ہے بیٹا'' امی نے احد کو شاباش دی۔

''احمد اور احد بیٹا میرے پاس آ کر بیٹھو'' امی نے دونوں بچوں کو اپنے پاس بلاتے ہوئے کہا۔

احد اور احمد دونوں امی کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔

امی نے کہا:

''بیٹا! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''والعجلۃ من الشیطان'' (ترمذی)

''جلد بازی شیطان کا کام ہے''۔

یعنی ہم جو کام جلدی جلدی کرتے ہیں وہ ہمیشہ غلط ہی ہوتا ہے۔ کام میں جلد بازی دکھانا شیطان کا کام ہے۔ دیکھو احمد آپ نے جلدی جلدی کام کیا اور آپ سے سارا کام غلط ہو گیا۔ لیکن احد نے آرام سے کام کیا اور جلد بازی نہیں دکھائی، اس کا کام بھی درست ہوا اور اسے انعام بھی مل گیا۔ ہمیں ہر کام آرام سے اور سکون سے کرنا چاہیے۔ اس طرح ہمارا کام صحیح ہوگا''۔ امی جان نے پیار سے سمجھایا۔

احمد یہ سن کر کہنے لگا ''امی جان! میں آئندہ آرام سے سارے کام کیا کروں گا''۔ امی جان نے بچوں کو پیار کیا اور دونوں کو چاکلیٹ دی۔ احمد اور احد خوشی کے ساتھ دوبارہ سے اپنے کام میں لگ گئے۔

☆......☆......☆

اس تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ ''پھول'' میں شائع کردہ کوپن پر
اپنے نام و پتہ کے ساتھ لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوائیں۔
سب سے بہترین جملہ لکھنے پر ایک انعام دیا جائے گا۔

رنگ بھریئے

راستہ تلاش کریں

دونوں تصویروں میں پانچ جگہ فرق ہے۔ ذرا ڈھونڈ کر بتایئے۔